زیرِ سایۂ کرم حضور مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ رضوی مدظلہ العالی

جامعہ تاج الشریعہ کا دینی و علمی ترجمان

سہ ماہی

صدائے مناظر اہلسنت

اتر دیناجپور

جلد ۳

شمارہ ۷

ربیع الآخر - جمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ

- ملفوظ الصفر کے فقہی مباحث
- اسلامی تقریبات: بدعات و خرافات کی آمیزش اور اس کا علاج
- اسلام کے تحفظ کے لیے مدارس کی بقا لازم
- غوث اعظم کی تعلیمات: ان کے ملفوظات کی روشنی میں
- حضور حجۃ الاسلام کا علمی مقام و مرتبہ

"عزیز قارئین صدائے مناظر اہلسنت!

جب میں آپ کی خدمت میں رسالے کا یہ نیا گلدستہ، جلد ۳، شمارہ ۷ر پیش کرنے کے لیے قلم اٹھا رہا ہوں، تو میرے دل میں مسرت اور ملال دونوں کا ایک عجیب امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہ شمارہ صرف اوراق کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ میرے عزم، امید، ناکامی اور پھر نئے استقلال کی ایک زندہ داستان ہے۔ یہ رسالہ ربیع الآخر اور جمادی الآخرۃ ۱۴۴۷ھ کے مبارک مہینوں کی روشنی سمیٹے ہوئے آپ کے ہاتھوں میں ہے، اور اس کی اشاعت ایک ایسے علمی سفر کی گواہی ہے جو بار ہار کا، تھکا، لیکن بند نہ ہو سکا۔

محمد سبطین رضا سبطین مرتضوی

زیر سایۂ کرم حضور مناظر اہلسنت حضرت علامہ **مفتی غلام مرتضیٰ رضوی** مدظلہ العالی

زیر سرپرستی: شہاب الفقہا حضرت علامہ مفتی **شہاب الدین احمد نوری** صاحب قبلہ مدظلہ العالی

صدر شعبۂ افتا: دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول، براؤں شریف

جامعہ تاج الشریعہ کا دینی و علمی ترجمان

سہ ماہی

صدائے مناظر اہل سنت

اتر دیناجپور

جلد ۳

شمارہ ۷

ربیع الآخر - جمادی الاخری ۱۴۴۷ھ

مشیر اعلیٰ

مولانا مفتی **محمد تحسین رضا ثقافی** صاحب قبلہ صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت قادریہ چشتیہ شیموگہ کرناٹک

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: محمد سبطین رضا سبطینؔ مرتضوی

مدیر مسئول: محمد ساجد رضا قادری مرتضوی

تزئین کار: حفیظی پریس

مجلس مشاورت

- علامہ عبد الستار ہمدانی (گجرات)
- علامہ مبارک حسین مصباحی (مبارکپور)
- مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی (بریلی شریف)
- ڈاکٹر امجد رضا امجد (پٹنہ)
- مفتی محمد شہنواز نوری شفق مصباحی (ممبئی)
- الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
- مفتی کمال الدین مصباحی (رائے بریلی)
- علامہ رمضان حیدر فردوسی (جوزکا شریف)
- علامہ سید صابر حسین شاہ بخاری (اٹک)

مجلس مشاورت

- مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی (بھیونڈی)
- مفتی احمد حسین نازاں (شیوہر بہار)
- مفتی صابر رضا محب القادری (پٹنہ)
- مفتی محمد دلنواز نوری مصباحی (بائسی)
- سید خادم رسول عینی (حیدر آباد)
- مولانا محمد مشتاق نوری (ٹھاکر گنج)
- مولانا آصف جمیل امجدی (گونڈہ)
- مفتی محمد شاعر رضا (بریلی شریف)
- مولانا عبد الصبور سلامی رضوی (ٹھاکر گنج)

التجا

اہل قلم اور شعرا حضرات سے التجا ہے کہ اپنے مضامین و منظومات کو صاف ستھرا اغلاط سے پاک جس حد تک ہو سکے معیاری اور ٹائپنگ شدہ ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔

انتباہ

مضمون نگار اور اہل قلم کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، لیکن مسلک اعلیٰ حضرت اور تاج الشریعہ کے خلاف کوئی مضمون قابل قبول نہیں، اگر کبھی بے توجہی سے شائع ہو جائے تو اسے مثل معدوم گردانا جائے۔

تفصیل ممبرشپ ● قیمت فی شمارہ:-/50 روپے ● سالانہ بذریعہ سادہ ڈاک: -/200 روپے ● سالانہ بذریعہ رجسٹری ڈاک:-/400 روپے ● تاحیات:-/6000 روپے

Sada E Munazire Ahle Sunnat
Quaterly Uttar Dinajpur
Jamia Tajushsharia Khanqaahe Qadria Razvia
Dhamigachh, Po. Sonapur Haat, Dist: Uttar Dinajpur, Pin:733202

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر سہ ماہی صدائے مناظر اہلسنت اتر دیناجپور
جامعہ تاج الشریعہ خانقاہ قادریہ رضویہ دھامی گچھ
سوناپور، ضلع اتر دیناج پور بنگال ۷۳۳۲۰۲

نگارشـــــات

اداریـــہ	استقامت علم کا سفینہ.....	محمد سبطین رضا سبطینؔ مرتضوی	۳
	تعلیمات قرآن		
مطالعۂ قرآن	دنیاوی رزق عنداللہ عزت وذلت کا معیار نہیں	مفتی محمد ضیاء احمد قادری رضوی	۷
	تصوف وشریعت		
رہنمائے زندگی	ملفوظ الصفر کے فقہی مباحث	مولانا طفیل احمد مصباحی	۱۳
	اسلامیات		
اصلاح امت	اسلامی تقریبات: بدعات وخرافات کی آمیزش اور اس کا علاج	سید محمد آل مصطفیٰ احسنؔ	۲۳
	نظریات		
فکر امروز	اسلام کے تحفظ کے لیے مدارس کی بقا لازم	مزمل حسین علیمی	۲۶
	اساطین تصوف		
مشعل راہ	غوث اعظم کی تعلیمات: ملفوظات کی روشنی میں	مفتی مشتاق احمد امجدی	۲۸
	رضویات		
مقام و مرتبہ	حضور حجۃ الاسلام کا علمی مقام ومرتبہ	علی حسین ضیائی	۳۴
	رجال علم وفن		
انوار حیات	امام الاولیاء بدر ملت: حیات وخدمات	مفتی محمد اسلم آزاد مصباحی	۳۸
انوار خدمات	حافظ ملت کی حدیثی خدمات	عمران رضا عطاری مدنی	۴۴
نقوش تدریس	محدث جامعہ نعیمیہ اور تدریس بخاری	علامہ رمضان حیدر فردوسی	۴۷
	ادبیات		
گوشۂ ادب	مفکر اسلام سید حسن مثنیٰ انور کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری	مولانا طفیل احمد مصباحی	۵۳
مکتوبات	اظہار خیالات	سمیر احمد فیضی/سید مشہود الرحمٰن	۵۹
خیابان حرم	بزم سخن	سید خادم رسول عینیؔ/محمد فرقان فیضیؔ	۶۰

صدائے مناظر اہلسنت: یہ وہ حق کا پرچم ہے جو ہر تین ماہ بعد مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں بلند ہوتا ہے۔ یہ رسالہ اہل سنت کا سچا ترجمان بن کر، ہر نئے فکر وفتنہ کا مدلل جواب پیش کرتا ہے۔ رسالہ اس علمی مشن میں آپ کی شمولیت کا منتظر ہے۔ اگر آپ کے پاس تحقیق کا جوہر اور مدلل قلم ہے تو اپنے مضامین ومقالات بھیج کر اس صدائے حق کو مزید وسیع کریں۔

اداریہ

استقامت علم کا سفینہ

شکست تمنا اور استقلال کی داستان

محمد سبطین رضا مرتضوی

عزیز قارئین صدائے مناظر اہلسنت!

جب میں آپ کی خدمت میں رسالے کا یہ نیا گلدستہ، جلد ۳، شمارہ ۷ پیش کرنے کے لیے قلم اٹھا رہا ہوں، تو میرے دل میں مسرت اور ملال دونوں کا ایک عجیب امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہ شمارہ صرف اوراق کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ میرے عزم، امید، ناکامی اور پھر نئے استقلال کی ایک زندہ داستان ہے۔ یہ رسالہ ربیع الآخر اور جمادی الآخرۃ ۱۴۴۷ھ کے مبارک مہینوں کی روشنی سمیٹے ہوئے آپ کے ہاتھوں میں ہے، اور اس کی اشاعت ایک ایسے علمی سفر کی گواہی ہے جو بار ہار کا، تھکا، لیکن بند نہ ہو سکا۔

- **علمی سفر کا ایک ناتمام قصہ:**

ہم نے ایک بلند آہنگ خواب دیکھا تھا۔ ایک ایسا خواب جو ہماری علمی غیرت اور اہل سنت کے جید اکابر سے گہری عقیدت کا مظہر تھا۔ ہم نے ارادہ کیا تھا کہ فخر اہل سنت، فقیہ النفس، مناظر اسلام حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر پورنوی دام ظلہ العالی کی ذات گرامی کی علمی، دینی اور تبلیغی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ایک تاریخی خصوصی شمارہ شائع کریں۔ وہ شخصیت جن کا علمی فیض ایک دریا کی مانند جاری ہے، جن کی فکری بصیرت اہل سنت کے لیے ایک مشعل راہ ہے، اور جن کا قلب مضطر مسلک حق کی آبیاری کے لیے ہمہ وقت لرزاں و بیدار رہتا ہے۔ ہم نے چاہا تھا کہ اس خصوصی شمارے کے ذریعے خوشبوئے مطیع کو عالم اسلام تک پہنچائیں اور ان کی فقہی باریکیوں، تدریسی کمالات اور مناظرانہ قوت کو محفوظ کریں۔ یہ محض ایک عام شمارہ نہیں تھا، بلکہ ایک ضخیم علمی کاوش تھی، ایک ایسی جامع دستاویز جس میں مفتی صاحب کی علمی افادات، فقہی بصیرت، مناظرانہ قوت اور شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کیا جاتا۔ اس منصوبے کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہم نے یہ اعلان کیا تھا:

> ''مناظر اہلسنت، فخر اہلسنت، فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن صاحب مضطر پورنوی دام ظلہ العالی کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی علمی، دینی، اور تبلیغی خدمات کا اعتراف ہر خاص و عام کو ہے۔ آپ نے اپنی زندگی بھر دین اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ــــــــ سہ ماہی صدائے مناظر اہلسنت، جو کہ ہمیشہ سے علم و ادب کے فروغ کے لیے کوشاں رہا ہے، اس بار ایک منفرد اور اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جی ہاں! اس مرتبہ سہ ماہی اپنے قارئین کے لیے ایک خاص تحفہ لے کر آیا ہے، اور وہ ہے حضرت مفتی صاحب پر ایک خصوصی شمارہ۔ ــــــــ اس خصوصی شمارے میں حضرت مفتی صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ آپ کے علمی افادات، آپ کی دینی خدمات، آپ کی علمی کمالات، اور آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر جید علماے کرام اور

دانشوران اپنے قیمتی مضامین پیش کریں گے۔۔۔۔۔۔اس اہم کام کے پیش نظر، سہ ماہی صدائے مناظر اہلسنت کے اس مرتبہ کے اور آئندہ دو شمارے شائع نہیں ہوں گے۔ اور ماہ محرم الحرام سے ربیع الاول ۱۴۴۷ھ کے اندر میں ان شاء اللہ، حضرت مفتی صاحب پر خصوصی شمارہ شائع کر دیا جائے گا۔''

ہم نے تین مسلسل سہ ماہی شماروں کی قربانی دے کر، اپنے تمام وسائل کو یکجا کر کے، ماہ محرم الحرام تا ربیع الاول شریف ۱۴۴۷ھ کی مبارک مدت کو اس علمی دیوہیکل کی تخلیق کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ ہمارے عزم کی پیکر مصور تھی کہ ہم مفتی صاحب کی حیات اور ان کے علمی ورثے کو سدا بہار بنا دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن صد حیف! کہ آرزو کی شمع بجھ گئی۔ ہماری تمام تر تڑپ اور تمنا کے باوجود یہ بلند پایہ منصوبہ بار آور نہ ہو سکا۔ ہم نے بزم علم کے کئی روشن چراغوں کو اس کار خیر میں شامل ہونے کی دعوت دی، مگر ہمیں وہ وقت شناسی اور علمی تعاون میسر نہ آیا جس کی توقع تھی۔ ہمیں وہ پذیرائی اور گرمجوشی نہ مل سکی جس کی امید تھی۔ نہ ہی وہ وافر اور جامع علمی مواد میسر آیا جو ایک عظیم شخصیت کے کمالات کا احاطہ کر سکے۔ بادل ناخواستہ ہمیں اپنے عظیم منصوبے کو تعطل کا شکار کرنا پڑا۔ یہ ایک ایسا درد ہے جو دل میں خلش بن کر رہ گیا ہے۔ ایک ایسا علمی خزانہ جو ہمارے قارئین کے لیے تیار ہونا تھا، اہل قلم کی بے اعتنائی اور علمی مواد کی کمی کے باعث اپنی تکمیل سے پہلے ہی مرجھا گیا۔ یہ واقعہ ہمیں ایک آئینہ بھی دکھاتا ہے کہ آج کے تیز رفتار اور مادی دور میں، ہمارے جیدا کابر کی خدمات کو تحقیقی انداز میں محفوظ کرنے کا جذبہ کس قدر معدوم ہوتا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ میرے دل سے یہ صدا برآمد ہوئی تھی:

''قلب مضطر سے یہ صدا برآمد ہو رہی ہے کہ سہ ماہی ''صدائے مناظر اہلسنت اتر دیناج پور'' نے ایک عزمِ جواں باندھا تھا، ایک تابندہ ستارے کی حیات و خدمات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ وہ ستارہ جس کی ضوفشانی سے قلوب منور اور جس کے علم کی روشنی سے دیدۂ تحقیق وا تھا۔ جی ہاں! ہم فقیہ النفس، حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی دام ظلہ العالی کے احوال زندگی اور علمی کاوشوں کو ایک خصوصی شمارے کی صورت میں خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے تھے۔۔۔۔۔۔لیکن، صد افسوس کہ یہ آرزو اپنی تمام تر تڑپ اور تمنا کے باوجود بار آور نہ ہو سکی۔ ہم نے بزمِ علم کے کئی روشن چراغوں سے التماس کیا کہ وہ اس کارِ خیر میں ہمارے دست و بازو بنیں، اپنی بصیرت افروز تحریروں سے اس خصوصی شمارے کو جلا بخشیں۔ ہم نے چاہا کہ ان کے رشحات قلم سے اس مرد خدا کی زندگی کے درخشاں پہلو آشکار ہوں، ان کی علمی فتوحات اور دینی خدمات کا اعتراف کیا جائے۔ مگر بادل ناخواستہ، ہمیں وہ پذیرائی نہ مل سکی جس کی ہمیں توقع تھی۔''

ایک نیا آغاز اور ایک دوہری ناکامی:

مفتی صاحب پر خصوصی شمارہ شائع کرنے کی کوشش ناکام ہوئی، لیکن ہم نے فوراً ایک نئے ولولے کے ساتھ کھڑے ہونے کا فیصلہ کیا۔ ہم نے یہ اعلان کیا کہ اب آنے والا شمارہ محرم الحرام، صفر المظفر اور ربیع الاول شریف کے مقدس مہینوں کی برکات اور ان میں پیش آنے والے اہم واقعات کا احاطہ کرے گا۔ ہم نے پھر سے اہل قلم کو دعوت دی کہ وہ ان مبارک مہینوں سے متعلق اپنے گرانقدر

مضامین، بصیرت افروز مقالات اور تحقیق آمیز تحریروں سے ہمیں نوازیں۔

''یاس وقنوط ہماری فطرت نہیں اور مایوسی ہمارے عزم کو متزلزل نہیں کرسکتی۔ ہم ایک نئے ولولے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ سہ ماہی ''صدائے مناظر اہلسنت اتر دیناج پور'' اب ایک نئے شمارے کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے بے قرار ہے۔ یہ شمارہ محرم الحرام، صفر المظفر اور ربیع الاول شریف کے مقدس مہینوں کی برکات اور ان میں پیش آنے والے اہم واقعات کا احاطہ کرے گا۔——ہم ایک بار پھر تمام صاحبان علم وفضل، ارباب دانش و بینش اور علم دوست حضرات سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان تین مبارک مہینوں سے متعلق اپنے گرانقدر مضامین، بصیرت افروز مقالات اور تحقیق آمیز تحریروں سے ہمیں نوازیں۔''

لیکن! مصروفیات کی کثرت اور وقت کی بے رحمی ایسی غالب آئی کہ فقیر کی تمام تر کوششوں کے باوجود، یہ محرم تا ربیع الاول ۱۴۴۷ھ والا شمارہ بھی مقررہ وقت پر منظر عام پر نہ آسکا۔ یہ میرے لیے شرمندگی اور پریشانی کا ایک نیا سبب بن گیا۔ میں اس پے در پے ناکامی سے اتنا دل برداشتہ ہوا کہ میں نے ''صدائے مناظر اہلسنت'' کو یہیں روک دینے کا ارادہ کرلیا۔ میرا قلم تھم چکا تھا اور مجلہ کی بندش کا صادق ارادہ میرے ضمیر پر بوجھ بن چکا تھا۔ ایسے فکری اضطراب کے لمحے میں میرے استاذ محترم، فقیہ عصر، فخر سیمانچل حضرت علامہ مفتی مبشر ازہر مصباحی مدظلہ العالی کی طرف سے میرے لیے ایک حکم استقلال صادر ہوا۔ آپ نے میری پریشانی کو حکمت اور شفقت کے میزان پر تولتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی:

''صدائے مناظر اہلسنت کی اشاعت ہر حال میں جاری رہنی چاہیے، اگرچہ دشواریاں کوہ گراں ہوں، مگر علم کی یہ قندیل کسی بھی قیمت پر گل نہیں ہونی چاہیے، بلکہ یہ سلسلہ ہر قیمت پر برقرار رہنا چاہیے۔''

یہ جملہ میرے لیے صرف ایک مشورہ نہیں، بلکہ جذبۂ حیات تھا۔ یہ ایک استاذ کی شفقت تھی جس نے شاگرد کے مضطرب قلب کو تھام لیا۔ آپ کا یہ فرمان میرے لیے فکری تقویت کا باعث بنا کہ اشاعت حق کا کام کسی بھی صورت میں رکنا نہیں چاہیے۔

نیا استقلال-ربیع الآخر سے جمادی الآخرۃ:

استاذ محترم کے اس عظیم حوصلے نے مجھے دوبارہ کھڑا کیا۔ میں نے اپنی تمام مصروفیات کو بالائے طاق رکھا، اپنے آرام اور وقت کی قربانی دی اور ربیع الآخر تا جمادی الآخرۃ کے موضوعات پر کام شروع کردیا۔ یہ ایک انفرادی جدوجہد تھی جو مسلک اعلیٰ حضرت کے پیغام کو عام کرنے کی ذمہ داری کے تحت کی گئی۔ اور آج! فضل خداوندی اور استاذ محترم کی دعاؤں کی برکت سے یہ شمارہ جلد ۳، شمارہ ۸/ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ رسالہ ناتمام آرزوؤں کا مرثیہ ہونے کے ساتھ ساتھ، ثابت قدمی اور علمی استقلال کی بھی ایک روشن مثال ہے۔

محترم قارئین! یہ رسالہ صرف کاغذ کے اوراق نہیں، بلکہ اہل سنت کا ایک فکری مورچہ ہے۔ آج کے انقلابی اور تیز رفتار دور میں جہاں لادینیت اور گمراہی کا سیلاب بلاخیز سوشل میڈیا کے ذریعے ہر طرف پھیل رہا ہے، وہاں مطبوعہ رسائل و جرائد کی اہمیت دو چند

ہوجاتی ہے۔ جہاں لغو اور باطل نظریات ایک کلک پر پھیل جاتے ہیں، وہاں تحقیقی، متوازن اور مستند علمی مواد کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ''صدائے مناظر اہلسنت'' اسی ضرورت کو پورا کرنے کی ایک عاجزانہ کوشش ہے۔ اس رسالہ کا مقصد عقائد صحیحہ کا تحفظ، فقہی مسائل کی تفہیم، تاریخ اسلام کی تصحیح اور سوانحی نقوش کی ترویج وغیرہ ہے۔ یہ حسن تحریر اور قوت دلیل کا ایسا امتزاج ہے جو نئی نسل کو مسلک اعلیٰ حضرت سے جوڑے رکھے۔ مگر اس دعوت و اشاعت کے کام میں دشواریاں پہاڑ کی مانند ہیں۔ یہ زمانہ سہل انگاری، سستی اور مادی منفعت کا ہے۔ ایسے میں ایک علمی و دینی مجلہ نکالنا آگ پر چلنے کے مترادف ہے۔

علمی مواد کا فقدان: سب سے بڑی مشکل صاحبان قلم کی بے اعتنائی ہے۔ آج اکثر لوگ فوری شہرت کے لیے سوشل میڈیا پر لکھنا پسند کرتے ہیں، لیکن ایک تحقیقی و معیاری مضمون لکھنے کے لیے جو جگر سوزی اور وقت درکار ہے، وہ کم لوگ ہی دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس بارہا مضامین کی کمی رہی۔

مالیاتی دباؤ: ایک معیاری رسالہ کی طباعت، کاغذ کی قیمتیں اور ڈاک خرچ مسلسل بڑھ رہے ہیں۔ دینی رسائل عام طور پر مالی مفاد کے لیے نہیں ہوتے، لہٰذا اہل خیر کی اعانت کے بغیر ان کا جاری رکھنا ناممکن ہے۔ ہمیں ہر شمارے کے لیے مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انتظامی مشقت: مضامین کی ترتیب، پروف ریڈنگ، تدوین اور پرنٹنگ کا تمام بوجھ میرے جیسے مصروف چیف ایڈیٹر کے کاندھوں پر ہوتا ہے۔ یہ ایک وقت طلب اور تھکا دینے والا عمل ہے، جو اکثر میرے دیگر دینی و تدریسی فرائض سے ٹکراتا ہے۔

لیکن ان تمام مشکلات اور ناتمام آرزوؤں کے باوجود، ہم نے یہ رسالہ جاری رکھا ہے اور جاری رکھیں گے، کیوں کہ یہ مسلک اعلیٰ حضرت کی وہ صدا ہے جسے خاموش نہیں ہونا چاہیے۔ ہم اپنے استاذ محترم کے حکم اور مسلک اہلسنت و جماعت المعروف مسلک اعلیٰ حضرت کی پاسبانی کے جذبے سے یہ عہد کرتے ہیں کہ یہ چراغ، چاہے کتنا ہی مدھم ہو، جلتا رہے گا۔ ان شاء المولیٰ

آخر میں ہم تمام علمائے کرام، مفتیان عظام، دانشوران اور صاحبان ثروت سے یہ عاجزانہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس علمی قافلے میں ہمارا ساتھ دیں۔ ارباب قلم! اپنے قیمتی اور تحقیقی مضامین سے ہمیں نوازیں اور اپنی تحریروں کو ''صدائے مناظر اہلسنت'' کی زینت بنائیں۔ اہل ثروت! اس رسالے کو مالی استحکام فراہم کریں تاکہ یہ بغیر کسی تعطل کے حق کی آواز کو بلند کرتا رہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس شمارے میں شامل ربیع الآخر اور جمادی الآخرۃ کے مضامین اور دیگر تحقیقی کاوشوں سے مستفید ہوں گے۔ استاذ محترم کی ہدایت اور آپ کی محبت و دعاؤں نے ہمیں دوبارہ کھڑا کیا ہے۔

اے اہل علم! آئیں مل کر اس چراغ کو روشن رکھیں!

وماتوفیقی الا باللہ۔

☆☆☆

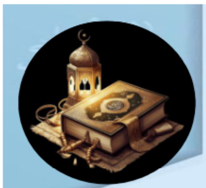

دنیاوی رزق عند اللہ عزت یا ذلت کا معیار نہیں

مفتی ضیاء احمد قادری رضوی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ"۔ [الرعد:٢٦]

ترجمہ: اللہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر اترا گئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر کچھ دن برت لینا۔ [کنزالایمان]

ترجمہ ضیاء الایمان: اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں وسعت عطافرماتا ہے اور تنگ کردیتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر خوش ہوگئے حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بالکل ایک حقیرسی چیز ہے۔

قَوْلِهِ تَعَالَى: "اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشاءُ وَيَقْدِرُ" لَمَّا ذَكَرَ عَاقِبَةَ الْمُؤْمِنِ وَعَاقِبَةَ الْمُشْرِكِ بَيَّنَ أَنَّهُ تَعَالَى الَّذِي يَبْسُطُ الرِّزْقَ وَيَقْدِرُ فِي الدُّنْيَا، لِأَنَّهَا دَارُ امْتِحَانٍ، فَبَسْطُ الرِّزْقِ عَلَى الْكَافِرِ لَا يَدُلُّ عَلَى كَرَامَتِهِ، وَالتَّقْتِيرُ عَلَى بَعْضِ الْمُؤْمِنِينَ لَا يَدُلُّ عَلَى إِهَانَتِهِمْ۔ [تفسیر القرطبی]

ترجمہ: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان شریف: "اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشاءُ وَيَقْدِرُ" کے تحت فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مومن وکافر کے انجام کو ذکرفرمایا تو پھر یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں رزق کوکشادہ بھی کرتا ہے اورتنگ بھی کیوں کہ یہ دارالامتحان ہے، پس کافر پر رزق کی کشادگی اس کی عزت کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کسی مومن پر رزق کی تنگی اس کی اہانت کی دلیل ہے۔

دشمن خدا کو دنیوی عطا کیوں؟

اعْلَمْ أَنَّهُ تَعَالَى لَمَّا حَكَمَ عَلَى مَنْ نَقَضَ عَهْدَ اللّٰهِ فِي قَبُولِ التَّوْحِيدِ وَالنُّبُوَّةِ بِأَنَّهُمْ مَلْعُونُونَ فِي الدُّنْيَا وَ مُعَذَّبُونَ فِي الْآخِرَةِ فَكَأَنَّهُ قِيلَ: لَوْ كَانُوا أَعْدَاءَ اللّٰهِ لَمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ النِّعَمِ وَاللَّذَّاتِ فِي الدُّنْيَا، فَأَجَابَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ بِهَذِهِ الْآيَةِ وَهُوَ أَنَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ عَلَى الْبَعْضِ وَيُضَيِّقُهُ عَلَى الْبَعْضِ وَلَا تَعَلُّقَ لَهُ بِالْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ، فَقَدْ يُوجَدُ الْكَافِرُ مُوَسَّعًا عَلَيْهِ دُونَ الْمُؤْمِنِ، وَيُوجَدُ الْمُؤْمِنُ مُضَيَّقًا عَلَيْهِ دُونَ الْكَافِرِ، فَالدُّنْيَا دَارُ امْتِحَانٍ۔

ترجمہ: امام فخرالدین الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قبول توحیداورنبوت کے عہدکوتوڑنے والوں کے بارے میں واضح کیا کہ یہ لوگ دنیامیں لعنتی ہیں اورآخرت میں بھی عذاب میں گرفتار ہوں گے، گویا پوچھا گیا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن تھے تو ان پرنعمتوں کے دروازے اوردنیاوی لذتوں کے دروازے کیوں کھولے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کی اس بات کا جواب یوں دیا، کچھ

پر رزق کی کشادگی اور کچھ پر رزق کی تنگی کا کفر اور ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے، کبھی کبھی کافر کے پاس دولت زیادہ ہوتی ہے نہ کہ اہل ایمان کے پاس اور اہل ایمان تنگ دست ہوتے ہیں نہ کہ کافر، تو دنیا دار امتحان ہے۔

مولانا لطیف اللہ لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق ہے اور کائنات کی ہر چیز کی روزی اسی کے دست قدرت میں ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا ذکر موجود ہے۔

سورۃ الذاریات میں ارشاد ہے:

"وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ"۔

ترجمہ ضیاء الایمان: اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے آسمان میں (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں) ہے۔

سورہ ہود میں ارشاد ہے:

"وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا"۔

ترجمہ ضیاء الایمان: اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ میں لے لی ہے۔

رزق کی حقیقت:

وَالرِّزْقُ حَقِيقَتُهُ مَا يَتَغَذَّى بِهِ الْحَيُّ وَيَكُونُ فِيهِ بَقَاءُ رُوحِهِ وَنَمَاءُ جَسَدِهِ۔ [تفسیر القرطبی]

ترجمہ: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رزق ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی جاندار کی غذا بنے اور اس میں اس کی روح کی بقا اور جسم کی نشوونما ہو۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ"۔ [الحجر: ۲۰]

ترجمہ ضیاء الایمان: اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں رزق کے سامان بنا دیے اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔

معیشت سے مراد کیا ہے؟

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ يَعْنِي الْمَطَاعِمَ وَالْمَشَارِبَ الَّتِي يَعِيشُونَ بِهَا، وَاحِدُهَا مَعِيشَةٌ وَقِيلَ: إِنَّهَا الْمَلَابِسُ، قَالَهُ الْحَسَنُ وَقِيلَ: إِنَّهَا التَّصَرُّفُ فِي أَسْبَابِ الرِّزْقِ مُدَّةَ الْحَيَاةِ قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ: وَهُوَ الظَّاهِرُ۔

ترجمہ: امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: معایش کا واحد معیشۃ ہے اس سے مراد وسائل معاش ہیں یعنی کھانے پینے کی چیزیں اور امام ماوردی نے کہا ہے کہ: اس سے عمر بھر اسباب رزق میں تصرف کرنا مراد ہے۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس سے مراد لباس وغیرہ ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق کی تقسیم میں کمی وبیشی پر قادر ہے۔ فراوانی سے رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محدود اور تنگ رزق عطا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ"۔ [السباء: ۳۶]

ترجمہ: اے حبیب کریم ﷺ! ان سے فرمائیں میرا رب جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا عطا کرتا ہے مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔

دنیا میں رزق کی تقسیم کا انتظام جس حکمت ومصلحت پر مبنی ہے اس کو یہ لوگ نہیں سمجھتے اور اس غلط فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ

جسے اللہ تعالیٰ کشادہ رزق دے رہا ہے، وہ اس کا محبوب ہے اور جسے تنگی کے ساتھ دے رہا ہے، وہ اس کے غضب میں مبتلا ہے حالانکہ اگر کوئی شخص ذرا آنکھیں کھول کر دیکھے تو اسے نظر آ سکتا ہے کہ بسا اوقات بڑے ناپاک اور گھناؤنے کردار کے لوگ نہایت خوشحال ہوتے ہیں اور بہت سے نیک اور شریف انسان جن کے کردار کی خوبی کا ہر شخص معترف ہوتا ہے تنگ دستی میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ اب آخر کون صاحب عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پاکیزہ اخلاق کے لوگ ناپسند ہیں اور وہ شریر خبیث لوگ ہی اسے بھلے لگتے ہیں۔

رزق کی فراخی اور تنگی رب کائنات کی مشیت سے ہی وابستہ ہے جیسا کہ قرآن کریم کی درج بالا آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے حضور تاجدارِختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے:

"قَالَ طَاوُسٌ:وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزِ وَالْكَيْسِ، أَوِ الْكَيْسِ وَالْعَجْزَ"۔ [مؤطاامام مالک]

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور تاجدارِختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر چیز تقدیر کے ساتھ ہے حتیٰ کہ بے چارگی و درماندگی اور دانائی و ہوشیاری۔

حضور تاجدارِختم نبوت ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی صفات، قابلیت و ناقابلیت، صلاحیت و عدم صلاحیت اور عقلمندی و بے وقوفی وغیرہ بھی اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی سے ہیں۔ الغرض اس دنیا میں کوئی جیسا اور جس حالت میں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و قدر کے ماتحت ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے، ارض و سما کا مالک ہے، رزق کے تمام خزانوں کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں کے طبعی اور فطری حالات و عادات سے پوری طرح باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال و ظروف کو جانتے ہوئے ایک مقررہ معلوم پیمانے پر رزق عطا فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ"۔ [الحجر:۲۱]

ترجمہ ضیاء الایمان: اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں اور ہم ایک مقررہ اندازے پر نازل کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث کے ان نصوص کی روشنی میں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ رزق کی فراخی اور تنگی کا سلسلہ مشیت ایزدی پر ہے اور وہ اپنے علم کی بنا پر اپنے بندوں کی روزی اور رزق کا پیمانہ مقرر فرماتا ہے۔

رزق میں مدارج و مراتب کا اختلاف:

کائنات کی ہر ذی روح مخلوق تک اللہ تعالیٰ رزق پہنچا رہا ہے دوسری مخلوقات کے برعکس انسان کے بے شمار حکم و مصالح مضمر ہیں۔ جن کی نشاندہی قرآن مجید نے یوں بیان فرمائی ہے:

(۱) تمام انسانوں کی تخلیق میں فطری اختلاف ہے۔ اسی اختلاف کی بنا پر ان کی ذہنی صلاحیتوں اور کمالات و اوصاف میں فرق و امتیاز ہے۔ ان کی جسمانی توانائیوں اور طاقتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ان کے افکار و خیالات اور نصب العین بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ نیز رزق حاصل کرنے

کے اسلوب و اطوار بھی مختلف ہیں۔ چنانچہ اسی فطری اختلاف کی بدولت رزق کے پیمانے بھی مختلف ہیں اور انصاف بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ رزق کے معاملہ میں انسان کی کوششوں اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ"۔ [النجم:۳۹]

ترجمہ ضیاء الایمان: اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ"۔ [اللیل:۴]

ترجمہ ضیاء الایمان: بے شک تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔

(۲) انسانوں میں رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں مضمر دوسری حکمت و مصلحت کے متعلق قرآن مجید کی سورہ زخرف میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

"أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا"۔ [الزخرف:۳۲]

ترجمہ ضیاء الایمان: کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذرائع تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر ہم نے بدرجہا فوقیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں۔

اس آیت کریمہ میں کفار کے اعتراض کے جواب میں چند مختصر الفاظ میں بہت ہی اہم باتیں ارشاد ہوئی ہیں:

(۱)......پہلی بات یہ ہے کہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرنا ان کے سپرد کیسے ہوگیا ہے؟ کیا یہ طے کرنا ان کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کس کو نوازے اور کس کو نہ نوازے؟۔

(۲)......دوسری بات یہ کہ نبوت تو خیر بہت بڑی چیز ہے دنیا میں زندگی بسر کرنے کے جو عام ذرائع ہیں ان کی تقسیم بھی ہم نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے کسی اور کے حوالے نہیں کر دی۔ ہم کسی کو حسین اور کسی کو بدصورت، کسی کو خوش آواز اور کسی کو بدآواز، کسی کو قوی ہیکل اور کسی کو کمزور، کسی کو ذہین اور کسی کو کند ذہن، کسی کو قوی الحافظہ اور کسی کو نسیان میں مبتلا، کسی کو سلیم الاعضاء اور کسی کو اپاہج یا اندھا گونگا اور بہرا، کسی کو امیر زادہ اور کسی کو فقیر زادہ، کسی کو ترقی یافتہ قوم کا فرد اور کسی کو غلام یا پس ماندہ قوم کا فرد پیدا کرتے ہیں۔ اس پیدائشی قسمت میں کوئی ذرہ برابر بھی دخل نہیں دے سکتا۔ جس کو جو کچھ ہم نے بنا دیا ہے وہی کچھ بننے پر وہ مجبور ہے۔ اور ان مختلف پیدائشی حالتوں کا جو اثر بھی کسی تقدیر پر پڑتا ہے اسے بدل دینا کسی کے بس میں نہیں ہے۔ پھر انسانوں کے درمیان رزق، طاقت، عزت، شہرت، دولت، حکومت وغیرہ کی تقسیم بھی ہم ہی کر رہے ہیں۔ جس کو ہماری طرف سے اقبال نصیب ہوتا ہے، اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور جس پر ہماری طرف سے ادبار آجاتا ہے، اسے گرنے سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ ہمارے فیصلوں کے مقابلے میں انسانوں کی ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اس عالمگیر خدائی انتظام میں یہ لوگ کہاں فیصلہ کرنے چلے ہیں کہ کائنات کا مالک کسے اپنا نبی بنائے اور کسے نہ بنائے۔

(۳)......تیسری بات یہ ہے کہ اس خدائی انتظام میں یہ مستقل قاعدہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ سب کچھ ایک ہی کو یا سب کچھ سب کو نہ دے دیا جائے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو ہر طرف تمہیں بندوں کے درمیان ہر پہلو میں تفاوت ہی تفاوت نظر آئے گا۔ کسی کو ہم نے کوئی چیز دی ہے تو دوسری کسی چیز سے اس کو محروم کر دیا ہے اور وہ کسی اور کو عطا کر دی ہے یہ اس حکمت کی بنا پر کیا گیا ہے کہ کوئی انسان دوسرے سے بے نیاز نہ ہو بلکہ ہر ایک کسی نہ کسی معاملہ میں دوسرے کا محتاج رہے۔ اب یہ کیسا احمقانہ خیال تمہارے دماغ میں سمایا ہے کہ جسے ہم نے ریاست اور وجاہت دی ہے، اسی کو نبوت بھی دے دی جائے؟ کیا اس طرح تم یہ بھی کہو گے کہ عقل، علم، دولت، حسن، طاقت، اقتدار اور دوسرے تمام کمالات ایک ہی میں جمع کر دیئے جائیں اور جس کو ایک چیز نہیں ملی اسے دوسری بھی کوئی چیز نہ دی جائے۔

مربوط معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد دوسرے افراد سے مل جل کر ضروریات زندگی کی تکمیل کرے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد دوسرے افراد سے بے نیاز ہو کر اپنی ضروریات پوری کرنا شروع کر دے تو مربوط معاشرہ تشکیل پذیر نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے رزق میں تفاوت رکھا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے سے خدمت لے سکیں اور آپس میں پیوستہ رہ سکیں۔

(۳) رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ اگر تمام انسانوں کے رزق میں وسعت اور فراوانی کر دی جاتی تو ظلم وطغیانی اور سرکشی حد سے بڑھ جاتی۔ کیونکہ وسائل رزق کی کمی کی وجہ سے اکثر لوگ فتنہ وفساد، ظلم و زیادتی اور برے کاموں سے بچ جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ"۔

ترجمہ ضیاء الایمان: اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کی روزی فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کر دیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے، وہ اپنے بندوں سے پورا خبردار ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔

آیت کریمہ کی تفسیر: وَقَوْلُهُ تعالى: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ أَيْ لَوْ أَعْطَاهُمْ فَوْقَ حَاجَتِهِمْ مِنَ الرِّزْقِ لَحَمَلَهُمْ ذَلِكَ عَلَى الْبَغْيِ وَالطُّغْيَانِ مِنْ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ أَشَرًا وَبَطَرًا وَقَالَ قَتَادَةُ: كَانَ يُقَالُ خَيْرُ الْعَيْشِ مَا لَا يُلْهِيكَ وَلَا يُطْغِيكَ، وَذَكَرَ قَتَادَةُ حَدِيثَ إِنَّمَا أَخَافُ عليكم ما يخرج الله تعالى مِنْ زَهْرَةِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَسُؤَالَ السَّائِلِ: أَيَأْتِي الخير بالشر؟ الحديث وقوله عز وجل: وَلَكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ أَيْ وَلَكِنْ يَرْزُقُهُمْ مِنَ الرِّزْقِ مَا يَخْتَارُهُ مِمَّا فِيهِ صَلَاحُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِذَلِكَ فَيُغْنِي مَنْ يَسْتَحِقُّ الْغِنَى وَيُفْقِرُ مَنْ يَسْتَحِقُّ الْفَقْرَ كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيثِ الْمَرْوِيِّ إِنَّ مِنْ عِبَادِي مَنْ لَا يُصْلِحُهُ إِلَّا الْغِنَى وَلَوْ أَفْقَرْتُهُ لَأَفْسَدْتُ عليه دينه وإن مِنْ عِبَادِي مَنْ لَا يُصْلِحُهُ إِلَّا الْفَقْرُ وَلَوْ أَغْنَيْتُهُ لَأَفْسَدْتُ عليه دينه۔

ترجمہ: حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اگر ان بندوں کو ان کی روزیوں میں وسعت مل جاتی، ان کی ضروریات سے زیادہ ان کے پلے پڑ جاتا تو یہ خرمستی میں آ کر دنیا میں ہلڑ مچا دیتے اور دنیا کے امن کو آگ لگا دیتے۔ ایک

دوسرے کو پھونک دینا، بھون کھانا، سرکشی اور طغیان، تکبر اور بے پرواہی حد سے بڑھ جاتی۔ اسی لئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے جتنے میں سرکشی اور لاابالی پن نہ آئے۔ پھر فرماتے ہیں: وہ اللہ تعالی ایک اندازے سے روزیاں پہنچارہا ہے، بندے کی صلاحیت کا اسے علم ہے، غناء اور فقیری کے مستحق کو وہ خوب جانتا ہے۔ حدیث قدسی شریف میں ہے: میرے بندے ایسے بھی ہیں جن کی صلاحیت مالداری میں ہے اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو وہ دینداری سے بھی جاتے رہیں گے اور بعض میرے بندے ایسے بھی ہیں کہ ان کے لائق فقیری ہی ہے۔ اگر وہ مال حاصل کر لیں اور تونگر بن جائیں تو اس حالت میں، میں گویا ان کا دین فاسد کر دوں۔ [تفسیر ابن کثیر]

(۴) اللہ تعالی رزق کی فراوانی وتنگی دونوں حالتوں میں انسان کی آزمائش کرتا ہے۔ رزق اور مال و اسباب بکثرت دے کر وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس نے اللہ تعالی کی امانت کا حق کیسے اور کس طرح ادا کیا۔ رزق کی فراوانی نے اسے اپنے رب سے غافل تو نہیں کر دیا۔ اللہ تعالی کی نعمت پانے کے بعد اپنے منعم حقیقی کا شکر بجالایا یا اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہا۔ رزق کی کمی اور تنگی میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ اس کا بندہ مصائب میں کون سا رویہ اختیار کرتا ہے، صبر کا دامن پکڑتا ہے یا شکوہ و شکایت کو اپنا معمول بناتا ہے۔ رزق کے مدارج و مراتب کے اختلاف میں یہی مصلحت وحکمت پوشیدہ ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ الانعام میں اسی امتحان اور آزمائش کی مکمل تفصیل کے متعلق یوں ارشاد فرمایا:

"وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ"۔ [الانعام:۱۶۵]

ترجمہ ضیاء الایمان: وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے والا رحم فرمانے والا بھی ہے۔

اس آیت مقدسہ کی تفسیر کے ضمن میں علمائے کرام نے تین حقیقتیں بیان کی ہیں:

(۱)......ایک یہ کہ تمام انسان زمین میں خدا تعالی کے خلیفہ ہیں، اس معنی میں کہ خدا تعالی نے اپنی مملوکات میں سے بہت سی چیزیں ان کی امانت میں دی ہیں اور انہیں ان پر تصرف کے اختیارات بخشے ہیں۔

(۲)......دوسرا یہ کہ ان خلیفوں میں مراتب کا فرق بھی خدا تعالی ہی نے رکھا ہے کسی کی امانت کا دائرہ وسیع ہے اور کسی کا محدود، کسی کو زیادہ چیزوں پر تصرف کے اختیارات دیے ہیں اور کسی کو کم چیزوں پر، کسی کو زیادہ قوت کارکردگی دی ہے اور کسی کو کم اور بعض انسان بھی بعض انسانوں کی امانت میں ہیں۔

(۳)......تیسرا یہ کہ سب کچھ دراصل امتحان کا سامان ہے پوری زندگی کا ایک امتحان گاہ ہے اور جس کو جو کچھ بھی اللہ تعالی نے دیا ہے، اسی میں اس کا امتحان ہے کہ اس نے کس طرح اللہ تعالی کی امانت میں تصرف کیا۔ کہاں تک امانت کی ذمہ داری کو سمجھا اور اس کا حق ادا کیا اور کس حد تک اپنی قابلیت یا عدم قابلیت کا ثبوت دیا۔ اسی امتحان کے نتیجہ پر زندگی کے دوسرے مرحلے میں انسان کے درجے کا تعین منحصر ہے۔

☆☆☆

رہنمائے زندگی

''ملفوظ الصفر'' کے فقہی مباحث

طفیل احمد مصباحی، سابق نائب ایڈیٹر: ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کی شخصیت نہ صرف روحانیت وتصوف بلکہ علوم شرعیہ، خصوصاً فقہ و شریعت میں بھی ایک کوہ ہمالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ کی علمی جلالت کا اعتراف اکابر امت نے ہمیشہ کیا ہے۔آپ کے مکتوبات و ملفوظات حکمت، معرفت اور حقائق شریعت کا بے کراں سمندر ہیں۔

ہمارے رسالے کے اس شمارے میں فاضل قلم کار حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی صاحب نے ایک نہایت اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔انہوں نے حضرت مخدوم جہاں کے گراں قدر ملفوظات میں سے ''ملفوظ الصفر'' کو اپنی تحقیق کا مرکز بنایا ہے۔یہ ملفوظ اگرچہ ضخامت میں مختصر ہے، مگر اپنی فقہی بصیرت اور شرعی مسائل کے بیان میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ملفوظ الصفر میں حضرت مخدوم جہاں نے جس دقت نظر اور فقہی بصیرت سے مختلف مسائل جیسے: فرض اور سنت کے درمیان تاخیر کا حکم، بلی کے جوٹھے کی طہارت، بین و نوحہ کی حرمت، اور بعض حلال جانوروں کا حکم وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے، وہ آپ کے غیر معمولی فقہی مقام کا بین ثبوت ہے۔

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں ''ملفوظ الصفر'' سے ان فقہی مباحث کو نکال کر ان کی فقہ حنفی کے مستند مآخذ جیسے: درمختار، فتاویٰ شامی، فتاویٰ رضویہ اور بہار شریعت سے تائید وتوثیق پیش کی ہے، جو کہ ایک گہری محققانہ کاوش ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین اس دقیق اور معلومات افزا مضمون کو نہ صرف پسند کریں گے بلکہ اسے اپنی علمی دسترس میں لا کر مستفید بھی ہوں گے۔(محمد سبطین مرتضوی)

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ (متوفی: ۷۸۲ھ) کے مقام علم وروحانیت کا کیا پوچھنا!

آپ کی ولایت و روحانیت اور علمی جلالت پر اہل علم کا اتفاق ہے۔آپ کی ذات گرامی علوم وفنون کا کوہ ہمالہ اور طریقت و معرفت کا ایک معتبر حوالہ ہے۔اکابر علما و مشائخ نے آپ کے مکتوبات و ملفوظات اور کتب و رسائل کو اعتماد کی نظروں سے دیکھا ہے اور ان کو حرز جاں بنایا ہے۔آپ جامع العلوم، منبع الکمالات اور جامع الحیثیات تھے۔آپ کی کتابوں کے مطالعے سے آپ کی علمی جلالت اور سلوک وتصوف میں آپ کی عبقریت کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ جہاں اپنے وقت کے ممتاز صوفی اور یگانۂ روزگار شیخ و مرشد تھے؛ وہیں اپنے زمانے کے مسلم الثبوت عالم دین، صاحب فکر و بصیرت، متکلم و فلسفی، فقید المثال محدث، سلطان المحققین اور فقہ وشریعت پر گہری نظر رکھنے والے فقیہ ومفتی تھے۔آپ کے محدثانہ مقام، متکلمانہ حیثیت اور فقہی بصیرت پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔حضرت سید جلال الدین بخاری قدس

سرہ (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) سے لوگوں نے پوچھا کہ اس آخری عمر میں آپ کی مشغولیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کے "مکتوبات" کے مطالعہ میں مشغول ہوں ۔ پھر لوگوں نے پوچھا: شیخ شرف الدین کے مکتوبات کیسے ہیں؟ فرمایا کہ بعض مقامات ابھی بھی سمجھ میں نہیں آئے ہیں۔ [مناقب الاصفیاء، ص:۲۸۰]

دعوت وتبلیغ، رشد و ہدایت اور دینی علوم کی ترویج و اشاعت کے ساتھ آپ نے فارسی زبان و ادب کے فروغ و استحکام میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی کے بعد فارسی نثر نگاری میں اگر ہندوایران میں کسی بزرگ کا نام لیا جاسکتا ہے تو وہ حضرت مخدوم جہاں کی ذات گرامی ہے اور یہ وہ فضیلت وخصوصیت ہے جو آپ کو معاصرین اور متاخرین صوفیا سے منفرد وممتاز کرتی ہے ۔ پروفیسر واصف احمد (ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ عربی وفارسی وشوبھارتی یونیورسٹی، شانتی نکیتن، مغربی بنگال) مولانا مناظر احسن گیلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"دینی وعلمی برتریاں جو حضرت مخدوم جہاں (شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ) کو بارگاہ ربانی سے ارزانی فرمائی گئی ہیں، ان سے تو دنیا واقف ہے۔لیکن کم از کم میرا خیال تو یہی ہے کہ نثر نگاری میں سعدی شیرازی کے بعد کسی کا نام ہند ہی میں نہیں بلکہ ایران میں بھی اگر لیا جاسکتا ہے تو شاید وہ بہار کے مخدوم الملک ہی ہو سکتے ہیں۔مکتوبات کی شکل میں آپ نے جو ارقام فرمایا ہے، فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ [ماہنامہ فکر ونظر، علی گڑھ، فارسی ادب نمبر، جولائی ۲۰۱۱ء، ص:۳۱۵]

آپ کے انہیں فضائل وکمالات کے پیش نظر عربی، فارسی اور اردو کی تقریباً دوسو کتابوں میں آپ کے تذکرے اجمال و تفصیل کے ساتھ پائے جاتے ہیں، جنہیں یکجا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کو سیرت وسوانح کا ایک قیمتی ہار تیار کیا جاسکے۔ بطور نمونہ یہاں تین بزرگ مصنفین کے مختصر اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

صاحب مرأۃ الاسرار حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی فرماتے ہیں: "آں جائے نشین انبیاء با استحقاق، آں غریق بحر مشاہدہ با تفاق، آں خو گرفتہ بکمال بردباری، قطب مشائخ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ کاملان وقت میں سے تھے۔ آپ شان بزرگ، احوال مستور اور بلند ہمت کے مالک تھے۔ ابتدائے حال سے لے کر انتہائے سلوک تک آپ پیکر سنت نبوی رہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ انبیا علیہم السلام معصوم اور اولیا محفوظ ہیں، آپ اس کے صحیح نمونہ تھے۔ آداب مذہب صوفیہ جس قدر آپ کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں اور کہیں نہیں ملتے۔

اخبار الاصفیاء میں آپ کو مطلع اسرار الٰہی، مشرق انوار نامتناہی، یکے از مشاہیر مشائخ ہند اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کا فیض یافتہ بتایا گیا ہے۔عبارت یہ ہے:

"شیخ شرف الدین بن شیخ یحیی بن شیخ اسرائیل منیری برد اللہ مضجعهم مطلع اسرار الٰہی ومشرق انوار نامتناہی بود، از مشاہیر مشائخ ہندوستان است، اگر چہ مرید شیخ نجیب الدین فردوسی است لیکن فیض از شیخ فرید الدین گنج شکر نیز بر گرفتہ"۔

[اخبار الاصفیاء، ص:۱۴۵]

شاہ عبد الحق محدث دہلوی "اخبار الاخیار" میں لکھتے ہیں کہ: "شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کا شمار ہندوستان کے مشہور

مشائخ میں ہوتا ہے ۔ آپ کے فضائل و مناقب محتاج بیان نہیں۔ آپ کی تصنیفات بھی کثرت سے ہیں، جن میں مکتوبات زیادہ مشہور ہیں ۔ یہ اس لحاظ سے بھی بے نظیر اور بہترین کتاب ہے کہ اس میں آداب طریقت اور رموز حقیقت درج کیے گئے ہیں، اگر چہ آپ کے ملفوظات بھی ایک مرید نے جمع کیے ہیں، لیکن مکتوبات میں لطافت وشیرینی کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔

[اخبار الاخیار، ص:۲۵۵]

مندرجہ بالا اقتباسات سے جہاں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی بلند قامت شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں آپ کے ملفوظات ومکتوبات کی افادیت ومعنویت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ صوفیائے کرام اور مشائخ امت کے ملفوظات ومکتوبات میں حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات وملفوظات کو مختلف جہتوں سے تفرد وامتیاز حاصل ہے۔ آپ کے کتب ورسائل اور مکاتیب و ملافیظ کی نمایاں ترین خصوصیات میں دلائل وشواہد کی فراوانی، محققانہ قوت استدلال، عالمانہ طمطراق، لطف زبان، بیان کا حسن، ادب کی چاشنی، ندرت اسلوب، شگفتہ انداز تحریر، کثرت سے احادیث کا استعمال، حقائق و معارف سے لبریز مواد اور مختلف علوم وفنون کی شمولیت و آمیزش ہے۔ ''مکتوبات صدی، مکتوبات دوصدی، معدن المعانی، شرح آداب المریدین، گنج لا یفنیٰ'' وغیرہ کا مطالعہ کرنے والا ہمارے دعوے کی ضرور تصدیق کرے گا۔ سچ پوچھیے تو آپ کے مکتوبات و ملفوظات نے علم و حکمت، فکر و دانش، ادب اور تصوف و روحانیت کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کیا ہے۔ چودھری اقبال سلیم کے اس حقیقت آمیز قول کی تائید ہر انصاف پسند قاری کرے گا کہ:

''حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی کے ملفوظات معدن المعانی، خوان پر نعمت، راحت القلوب، مخ المعانی، مونس المریدین، گنج لا یفنیٰ، فوائد غیبی، مغز المعانی اور تحفۂ غیبی نے برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی روح پھونک دی ہے''۔ [ابتدائیہ جوامع الکلم، ص:۲۱، ط: نفیس اکیڈمی، لاہور]

حضرت مخدوم جہاں کے گراں قدر ملفوظات میں ایک اہم ملفوظ ''ملفوظ الصفر'' بھی ہے، جو ضخامت کے لحاظ سے کہتر لیکن قدر و قیمت کے اعتبار سے برتر و بہتر ہے۔ دیگر ملفوظات کی طرح اس گراں قدر مجموعۂ ملفوظات کے جامع و مرتب بھی حضرت مخدوم جہاں کے نامور مرید و خادم خاص حضرت زین بدر عربی علیہ الرحمہ ہی ہیں۔ یہ ملفوظات حضرت مخدوم جہاں کے وصال سے تقریباً بیس سال قبل ۲۳ر صفر المظفر ۷۶۲ھ سے ۱۵ر جمادی الآخرہ ۷۶۲ھ کے درمیان جمع کیے گئے ہیں۔ یہ ملفوظات کل ۲۹ر مجالس پر مشتمل ہیں۔ دیگر ملفوظات کی طرح ''ملفوظ الصفر'' بھی حضرت مخدوم جہاں کی بیش قیمت تعلیمات اور گراں قدر اقوال وملفوظات کا مجموعہ ہے۔ راقم الحروف کی محدود نظر جہاں تک پہنچ سکی، اس میں صاحب ملفوظ نے کثرت سے شریعت و طریقت کے حقائق و معارف بیان کیے ہیں اور اپنے موقف کی تائید میں جا بجا احادیث سے استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں فقہ و شریعت کے بہت سارے مسائل بھی آپ نے بیان کیے ہیں۔ فقہی مباحث کا اچھا خاصا ذخیرہ اس میں موجود ہے۔ زیر نظر مضمون میں ''ملفوظ الصفر'' میں درج چند فقہی مباحث کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی دام ظلہ (مترجم کتاب ہٰذا) اس کے مشمولات و مندرجات پر روشنی

ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ملفوظ الصفر کی یہ چونتیس (۳۴) مجالس ایسی پاکیزہ اور پُرتقدس ہیں، جن میں علوم شرعی کی بھرپور وضاحت بھی ملتی ہے اور طریقت کے رواموز (رموز واسرار) کی عقدہ کشائی بھی۔ ان کے علاوہ حقیقت ومعرفت کے انوار وتجلیات سے کوئی صفحہ خالی نہیں۔ اگر اس کتاب میں فقہی مسائل کے تحت جو امور آئے ہیں، ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ فرض اور سنت مؤکدہ کے درمیان تاخیر نہ کی جائے، سنت مؤکدہ پڑھنے کے بعد آیت الکرسی پڑھی جائے، جانوروں کا گوشت حلال ہے کہ حرام، ان شاء اللہ کہنے کی تاکید، بلی کا جوٹھا پاک ہے یا ناپاک، تعزیت کا طریقہ، قرآن کی تعلیم، امامت اور اذان پر اجرت، قضا وقدر، جبر واختیار، یزید پر لعنت، شافعی مذہب لڑکی سے شادی، تعمیر جدید کے لیے پہلی مسجد کی شہادت، کافروں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں میں جانے کی ممانعت، تلقین موتیٰ، اہل سنت و جماعت کی تعریف اور حضرت امام شافعی کی عظمت جیسے نکات پر تشفی بخش گفتگو ملتی ہے تو طریقت وحقیقت کے زیر عنوان .... اہم ترین موضوعات کی صراحت بھی موجود ہے۔ اس کتاب میں شریعت وطریقت اور معرفت وحقیقت کا امنڈتا ہوا بحر بیکراں تو ہے ہی؛ ساتھ ہی یہ کتاب ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ ہمارے مخدوم نہ صرف اس بحر بیکراں کے شناور ہیں بلکہ ملکی، سیاسی، سماجی و معاشرتی حالات کے نباض بھی ہیں اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبودی کے لیے فکر مند بھی۔ [پیش لفظ ملفوظ الصفر، ص: ۴۳]

حضرت مخدوم جہاں نے زیر نظر تصنیف ''ملفوظ الصفر'' میں جن فقہی مباحث پر روشنی ڈالی ہے اور اپنی فقہی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے جو شرعی احکام و مسائل بیان کیے ہیں، ان میں سے چند یہاں بیان کیے جاتے ہیں اور فقہائے کرام کے اقوال وارشادات سے ان کی تائید وتوثیق پیش کی جاتی ہے۔

(۱) فرض وسنت کے درمیان فصل اور تاخیر کا حکم:

حدیث شریف میں فرض نمازوں کے بعد مختلف ادعیہ (دعائیں) اور اذکار پڑھنے کا حکم ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد سنت سے پہلے یہ ادعیہ اور اذکار پڑھے جائیں یا سنت کے بعد۔ اس سلسلے میں فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان میں طویل وظائف اور دعاؤں کا وقفہ (فصل وتاخیر) نہ کرنا افضل ہے، اس لیے افضل یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد مختصر دعا وتسبیح کر کے سنتیں ادا کی جائیں اور بقیہ اذکار و وظائف سنتوں کے بعد پڑھے جائیں۔ چنانچہ درالمختار میں ہے کہ ''فرض نماز کے بعد سنت میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! اللھم انت ومنک السلام..... کی مقدار میں تاخیر جائز ہے''۔ اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں:

''قوله: (إلا بقدر اللهم إلخ) لما رواه مسلم والترمذي عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه و سلم لا يقعد إلا بمقدار ما يقول: اللهم أنت السلام و منك السلام تباركت يا ذا الجلال والإكرام و أما ما ورد من الأحاديث في الأذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الإتيان بها قبل السنة، بل يحمل على الإتيان بها بعدها، لأن السنة من لواحق الفريضة و توابعها و مكملاتها فلم تكن أجنبية عنها''

یعنی امام مسلم وترمذی نے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی

اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فرض نماز کے بعد: اللھم انت السلام و منک السلام .... کی مقدار میں بیٹھتے تھے (اور اس کے بعد سنت کی ادئیگی میں مشغول ہو جاتے تھے اور طویل ذکر و ورد نہیں کرتے تھے) اور جن احادیث میں نماز کے بعد اوراد و وظائف پڑھنے کا ذکر ہے، وہ سنت سے پہلے نہیں بلکہ سنت کے بعد پڑھنے پر محمول ہیں۔ چوں کہ سنت فرض کے لواحق و توابع میں سے ہے، اس لیے (طویل اوراد و وظائف کے سبب) یہ اجنبی نہیں ہو سکتی۔ [فتاویٰ شامی، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۲، ص: ۲۴۶، ط: دار عالم الکتب]

حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ''بہار شریعت'' میں لکھتے ہیں: ''نماز کے بعد جو اذکار طویلہ احادیث میں وارد ہیں، وہ ظہر و مغرب وعشا میں سنتوں کے بعد پڑھے جائیں، قبل سنت مختصر دعا پر قناعت چاہیے، ورنہ سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا۔ [بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۵۴۹، ط: مجلس المدینۃ العلمیہ، کراچی]

مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ فقہ کے اسی مسئلہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''بعض فرض نمازیں وہ ہیں جن کے بعد سنت بھی پڑھنی ہیں اور بعض وہ ہیں جن کے بعد سنت نہیں ہیں۔ وہ فرض نمازیں جن کے بعد سنت بھی ہیں، اس فرض اور سنت کے درمیان کسی چیز کی وجہ سے فصل یعنی تاخیر نہیں کی جائے، بلکہ فرض پڑھنے کے بعد فوراً اٹھ جائیں اور سنت کی ادئیگی کریں۔ اس کے بعد آیۃ الکرسی یا اور چیزیں جو فرض کے بعد پڑھنے کی ہیں ان کو پڑھیں۔ ہاں! وہ گنتی کے چند کلمے (تسبیح) جو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں اور جن کو رسول اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد پڑھا کرتے تھے، ان کو پڑھیں۔ قیاس تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جب فرض اور سنت کے درمیان فصل یعنی تاخیر نہیں ہونی چاہیے تو پھر اتنی مقدار میں بھی فصل (تاخیر) نہیں ہو اور وہ چند کلمات پڑھنے سے تاخیر لازم آتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب نقل (حدیث) سے یہ بات ثابت ہے تو صرف اتنی ہی مقدار میں تاخیر کی جائے، اس سے زیادہ کی نہیں۔ [ملفوظ الصفر، ص: ۳۲، ط: شرف الاشاعت، بہار شریف، نالندہ]

(۲) نماز میں قرأت قرآن فرض ہے:

نماز میں قرآن کی قرأت فرض ہے اور حدیث میں فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے، اگر کوئی شخص فرض نماز میں یا فرض نماز کے بعد کی سنت میں آیت الکرسی پڑھ لے تو اس سے اس کو فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا، کیوں کہ اس صورت میں آیت الکرسی کی قرأت ادائیگی فرض کے طور پر ہوگی۔ چنانچہ جب اس سلسلے میں حضرت مخدوم جہاں سے شیخ معزالدین نامی شخص نے سوال کیا کہ فرض کے بعد جو سنتیں ہیں، اگر ان سنت نمازوں میں آیۃ الکرسی پڑھ لی جائے تو اس کا شمار ہوگا کہ نہیں؟ (یعنی فرض نماز کے بعد جو آیت الکرسی پڑھنے کی فضیلت ہے، سنت میں اس کی قرأت کے سبب اس کو ثواب ملے گا یا نہیں)۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''اس کا شمار نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس کی حیثیت قرأت کی ہوگی۔ ہر نماز کے لیے قرأت (فرض) ہے۔ سنت میں اگر آیۃ الکرسی پڑھی گئی تو وہ دراصل نماز میں قرأت کی گئی اور قرأت کے ارادے سے

پڑھی گئی نہ کہ اس ارادے سے پڑھی گئی کہ ہم فرض نماز کے بعد جو آیۃ الکرسی پڑھنے کا حکم ہے وہ پڑھ رہے ہیں۔[ملفوظ الصفر، ص:۳۳]

(۳) مور (پرندہ) کھانا جائز ہے:

''ملفوظ الصفر'' کے جامع شیخ زین بدر عربی نے عرض کیا کہ مور (پرندہ) کا کھانا کیسا ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ مور کا کھانا جائز ہے۔ جواب کے الفاظ یہ ہیں:

''مور کھانے میں کیا (حرج) ہے۔ نہ وہ پنجہ والا جانور ہے، نہ درندہ ہے، نہ خشکی و تری کا کیڑا ہے اور نہ شرع شریف میں اس کی کوئی فضیلت آئی ہے، پھر اس کو نہیں کھانے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے''۔[ملفوظ الصفر، ص:۷۴]

مسلم شریف کی حدیث ہے:

''نهى النبي عليه الصلاة و السلام عن كل ذي ناب من السباع و كل ذى مخلب من الطير''۔

یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے ہر دانت والے درندے اور ہر پنجے (سے شکار کرنے) والے پرندے کا (گوشت) کھانے سے منع فرمایا ہے۔[مسلم، رقم الحدیث:۳۵۷۴]

اس لیے فقہائے کرام نے پنجے سے شکار کرنے والے اور دوسرے پرندوں پر حملہ آور ہونے والے پرندوں کو حرام قرار دیا ہے جیسے: شیر، چیتا، باز وغیرہ۔ ان کے علاوہ جو پرندے ہیں مثلاً: مرغی، فاختہ، کبوتر وغیرہ بالاتفاق حلال ہیں اور مور بھی انہیں پرندوں میں شامل ہیں، کیوں کہ یہ بھی پنجوں سے شکار نہیں کرتا، لہٰذا مور کا کھانا بلاشبہ جائز و حلال ہے۔

عالم گیری میں ہے: ''ولا بأس بأكل الطاؤس و عن الشعبي يكره اشد الكراهة، بالاول يفتى كذا في الفتاوى الحمادية''۔ یعنی مور کھانے میں کوئی قباحت اور حرج نہیں اور شعبی سے نقل کیا گیا ہے کہ سخت مکروہ ہے، لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ مور کا کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ حمادیہ میں ہے۔[فتاویٰ ہندیہ، ج:۵، ص:۳۵۸، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت]

(۴) بین اور نوحہ کرنا حرام ہے:

جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو میت کے عام وارثین پر تین دن اور بیوی پر چار ماہ دس دن سوگ ہے، اس کے بعد سوگ جائز نہیں۔ لہٰذا تین دن کے بعد جہاں سوگ منع ہے، وہیں تجدید حزن بھی جائز نہیں۔ یعنی فوت شدہ یا شہید ہو جانے والے کو اس انداز میں یاد کرنا کہ حزن و غم تازہ ہو یہ جائز نہیں ہے۔ جس موقع پر سوگ کی اجازت ہے یعنی میت کے انتقال پر عام وارثین کے لیے تین دن اور بیوی کے لیے چار ماہ دس دن، وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ نوحہ اور بین نہ کیا جائے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نوحہ سے متعلق فرماتے ہیں:

''نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو 'بین' کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے۔ یوں ہی واویلا یا وامصیبتا کہہ کر چلانا'' (ناجائز و حرام ہے)۔[بہار شریعت، ج:۱، ص:۸۵۴، ط: مجلس المدینۃ العلمیۃ، کراچی]

نوحہ اور بین کی حرمت کے متعلق بستان ابو اللیث کے حوالے سے حضرت مخدوم جہاں فرماتے ہیں:

''النوح حرام و لا بأس بالبكاء و الصبر أفضل۔ بین (نوحہ) کرنا حرام ہے، رونے میں (جب کہ بلند آواز سے نہ ہو) حرج نہیں اور صبر سب سے افضل ہے''۔ [ملفوظ الصفر،

ص:۳٦]

(۵) مینڈھا کھانا جائز ہے:

مینڈھا بھینس کی جنس سے ہے اور اس کا کھانا حلال ہے۔ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مینڈھے کی قربانی کی۔

عن أنس بن مالكٍ رضی الله عنه قال: ”ضَحَّى النَّبِيُّ صلی الله علیه و سلم بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَ سَمَّى وَ كَبَّرَ وَ وَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا“۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے سینگوں والے مینڈھے کی اپنے ہاتھ سے قربانی کی (ذبح کرتے ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھی، تکبیر کہی اور اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا۔

حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا مینڈھا کھانے کی اجازت ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

”ہاں! مینڈھا کھانا مباح (جائز) ہے۔ اس کے بارے میں جو عبارت آئی ہے، وہ یہ ہے: ”لانه نوع من الجاموس“ (یعنی مینڈھا ایک قسم کی بھینس ہے)۔ اس کے بعد شیر، درندے، خشکی و پانی کے کیڑے وغیرہ کے حرام کیے جانے کی حکمت بتاتے ہوئے فرمایا کہ: ”کھانے کی جتنی چیزیں ہیں، ان کے اندر ایک خاص تاثیر رکھی گئی ہے۔ آدمی جب ان چیزوں کو کھاتا ہے تو اس چیز کی جو خاصیت و ماہیت ہے، وہ اس آدمی میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جو چیزیں حرام کی گئی ہیں، ان میں بھی یہی حکمت و مصلحت ہے۔ [ملفوظ الصفر، ص: ۴۷]

(٦) بلی کے جوٹھے کا حکم:

بلی کے جوٹھے کے پاک ہونے سے متعلق کثیر احادیث موجود ہیں، جن سے یہ مسئلہ واضح ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے۔ اگر پانی کے برتن میں یا دودھ وغیرہ میں بلی منہ ڈال دے تو اس سے وہ برتن پانی یا دودھ ناپاک نہیں ہوگا اور اس پانی سے وضو و غسل کرنا جائز ہوگا۔

”عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال فی الهرة انها لیست بنجس انما هی من الطوافین علیکم“۔ [ابو داؤد]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلی کے متعلق فرمایا کہ یہ ناپاک نہیں ہے۔ یہ تم پر طواف اور گشت لگانے والوں میں سے ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کی حدیث ہے: ”**قالت: ان رسول الله صلی الله علیه و سلم یتوضؤ من فضلها**“۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بلی کے جوٹھے پانی سے وضو فرما لیا کرتے تھے۔

علمائے احناف کے نزدیک بلی کا جوٹھا پاک ہے، لیکن کراہت کے ساتھ یعنی بلی کا جوٹھا مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے: ”گھر میں رہنے والے جانور جیسے بلی، چوہا، سانپ، چھپکلی کا جوٹھا مکروہ ہے“۔ [فتاویٰ ہندیہ، ج:۱، ص: ۲۴]

حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ نے احناف میں سے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کو اختیار کرتے ہوئے بلی کے جوٹھے کو مطلق پاک و طاہر قرار دیا ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بلی تھی اور آپ کے وضو والے برتن میں پانی پی لیتی تھی۔ بلی کے جوٹھے سے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابی یوسف قاضی نے بلی کے جوٹھے کو پاک کہا ہے اور دلیل میں یہ پیش کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے، بلی آجاتی، پانی پینے کی خواہش کرتی، آپ وضو کا برتن اس کے سامنے کر دیتے، وہ اس برتن سے پانی پی لیتی، اس کے بعد آپ اسی پانی سے وضو کر لیتے۔ اگر بلی کا جوٹھا پاک نہیں ہوتا تو اس کے جوٹھے پانی سے وضو کیسے جائز ہوتا‘‘۔ [ملفوظ الصفر، ص:۵۶]

(۷) اللہ عزوجل کو طبیب کہنے کا حکم:

’’طبیب‘‘ جسے عرف عام میں مرض اور بیماری کے علاج کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اس کا اطلاق اللہ عزوجل کے حق میں جائز و درست ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ حدیث پاک کی رو سے اللہ رب العزت کے لیے طبیب بولا جانا ثابت ہے، اس لیے بعض اکابر فقہا نے اس لفظ کے اطلاق کو اللہ رب العالمین کے حق میں کچھ شرط و قید کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ بھی جواز کے قائل ہیں۔ مسند احمد بن حنبل و سنن ابی داؤد کی حدیث ہے:

’’عن أبي رِمْثة رضی الله عنه أنه قال للنبی صلی الله علیه وسلم: أرنی هذا الذی بظهرك، فإني رجل طبيب، قال: الله الطبيب، بل أنت رجل رفيق، طبيبها الذي خلقها‘‘۔

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے اپنی پشت پر جو یہ (مہر نبوت) ہے دکھائیں، کیوں کہ میں طبیب آدمی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طبیب صرف اللہ عزوجل ہے اور تم تو بس نرمی و مہربانی کرنے والے شخص ہو۔ اس کا طبیب تو وہ ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ [سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۲۰۷]

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے سینے پر ہاتھ رکھ ایک دعا پڑھی، جس میں اللہ تعالیٰ کو طبیب کہا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا:

’’عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ: مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى صَدْرِهِ فَقُلْتُ: أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، أَنْتَ الطَّبِيبُ وَأَنْتَ الشَّافِي...‘‘

[مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۴۲۷۷۴]

علامہ عبدالرؤف مناوی فیض القدیر میں لکھتے ہیں: ’’لکن تسمية الله الطبيب إذا ذكره فی حالة الاستشفاء نحو أنت المداوي، أنت الطبيب سائغ، ولا يقال يا طبيب كما يقال يا حكيم! لأن إطلاقه عليه متوقف على توقيف‘‘۔ یعنی علاج و معالجہ اور حقیقی شفا دینے کی رو سے اللہ تعالیٰ کو طبیب کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً: أنت المداوی، انت الطبیب۔ لیکن اللہ عزوجل کے نام کے طور پر دعا وغیرہ کے موقع پر اللہ عزوجل کو ’’یا حکیم‘‘ کی طرح ’’یا طبیب‘‘، نہیں کہہ سکتے، اس لیے کہ اسمائے باری تعالیٰ توقیفی ہیں۔ [فیض القدیر، ج:۲، ص:۲۴]

مذکورہ بالا توضیحات کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت مخدوم جہاں کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

’’اللہ تعالیٰ کو طبیب کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر گفتگو کرنے سے پہلے طبیب کا معنی جاننا ہوگا۔ ’’طبیب‘‘ کا معنی دوا

اور مرض کا جاننے والا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کو طبیب کہنا جائز ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی معنی میں استعمال کیا ہے۔جب وہ بیمار ہوئے اور لوگوں نے عرض کیا: اگر حکم ہوتو طبیب کو حاضر کروں۔اس پر آپ نے فرمایا: ''الطبیب مرضنی'' جس نے مجھ کو بیمار ڈالا ہے وہی مرض اور دوا کا عالم ہے، اس لیے طبیب کو بلانے کی کیا ضرورت۔ اس کے بعد (حضرت مخدوم جہاں نے) فرمایا: امام غزالی سے منقول ہے کہ ایسا لفظ جس سے دانشوروں کی نظر میں غلطی اور نقصان کا شائبہ ظاہر نہ ہو اور شرع کی رو سے اس کی ممانعت بھی نہ ہو و یسا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بولنا جائز ہے اور ایسا لفظ جس میں نقص پایا جائے اور شریعت کی رو سے اجازت بھی نہ ہو و یسا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً: عارف''۔[ملفوظ الصفر، ص:۵۹]

(۸) عبادات پر اجرت کا شرعی حکم:

اصل حکم یہ ہے کہ طاعات وعبادات پر اجارہ یعنی اجرت جائز نہیں، لیکن شرعی ضرورت کے تحت اب عبادات پر اجرت جائز ہے اور متاخرین نے اسے جائز قرار دیا ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اصل حکم یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینی حرام ہے۔درمختار میں اسے یہود ونصاریٰ کی ضلالتوں میں سے گنا،مگر ''کم من احکام یختلف باختلاف الزمان کما فی العالم گیریة'' (یعنی بہت سے احکام زمانہ کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے) کلیہ غیر مخصوصہ کہ طاعات پر اُجرت لینا ناجائز ہے،ائمہ نے حالات زمانہ دیکھ کر اس میں سے چند چیزیں بضرورت مستثنیٰ کیں،مثلاً: امامت، اذان، تعلیم قرآن مجید،تعلیم فقہ کہ اب مسلمانوں میں یہ اعمال بلانکیر معاوضہ کے ساتھ جاری ہیں''۔[فتاویٰ رضویہ،ج:۱۹،ص:۴۳۵]

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''بحر الرائق پر خیر الدین رملی کے حاشیہ میں کتاب الوقف کی بحث میں ہے کہ تعلیم القرآن پر اجرت لینا مفتیٰ بہ قول پر جائز ہے الخ ایسی عبارت کثیر کتب میں موجود ہے۔[فتاویٰ رضویہ،ج:۱۹،ص:۴۲۱]

حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ بھی متاخرین احناف کے موقف کی تائید کرتے ہوئے عبادات وطاعات پر اجرت کو جائز قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

''عبادات پر اجرت لینا درست نہیں ہے،جیسے قرآن مجید کی تعلیم ہو،امامت ہو یا اذان ہو۔لیکن متاخرین نے جب یہ دیکھا کہ لوگوں کی رغبت اس طرف کم ہو رہی ہے اور کوئی بھی اجرت کے بغیر ان کاموں کو کرنا نہیں چاہتا ہے تو ضرورتاً اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا''۔ [ملفوظ الصفر، ص:۵۶]

(۹) غیر مسلم کو ہدیہ وتحفہ دینا جائز ہے:

غیر مسلم خواہ وہ حربی ہو یا ذمی یا مستامن اس کے ساتھ دنیوی معاملات مثلاً: اس کے ساتھ خرید وفروخت کرنا،اس کے یہاں نوکری کرنا یا اس کو اپنے یہاں نوکر رکھنا وغیرہ جائز ہے بشرطیکہ اس عمل سے دین اسلام یا مسلمانوں کو کوئی ضرر اور نقصان نہ پہنچے۔اسی طرح شرعی مصلحت کے پیش نظر غیر مسلموں کو ہدیہ و تحفہ (گفٹ) دینا جائز ہے،لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس سے غیر مسلموں کی کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہوتا ہو۔اعلیٰ حضرت امام احمد

رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ شریف میں فرماتے ہیں:

''دنیوی معاملات میں جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین کے کسی سے ممنوع نہیں، ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے اور غیر ذمی سے بھی خرید وفروخت، اجارہ و استجارہ، ہبہ و استیہاب بشروطہا جائز اور خریدنا مطلقاً ہر مال کا کہ مسلمانوں کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس سے اعانت حرب یا اہانت اسلام نہ ہو۔ اسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلاف شرع نہ ہو، اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اس کا استعلا نہ ہو، ایسے ہی امور میں اجرت پر اس سے کام لینا یا اس کا کام کرنا، بمصلحت شرعی اسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو، اس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو''۔ [فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴، ص:۴۲۱/ ۴۲۲]

ہاں! ہندوستان کے غیر مسلم جو کہ حربی ہیں ان کو نذر، کفارہ، صدقۂ فطر اور قربانی کا گوشت نہیں دے سکتے۔ البدائع الصنائع میں ہے: ''لا یجوز صرف الکفارۃ و النذر وصدقۃ الفطر و الاضحیۃ الی الحرب''۔ یعنی کفارہ، نذر، صدقۂ فطر اور قربانی کا گوشت حربی کافر کو دینا جائز نہیں ہے۔ [بدائع الصنائع، ج:۷، ص:۳۴۱]

حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ فرماتے ہیں:

''لا باس للمسلم اذا کانت لہ قرابۃ من اھل الذمۃ ان یھدی الیھا''۔ مسلمان اگر اپنے غیر مسلم رشتہ داروں کو تحفہ اور ہدیہ دیتے ہیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خود نبی کریم ﷺ نے اپنی خالہ کے لیے جو مکہ میں تھیں اور کافرہ تھیں تحفے میں ایک کنیز کو بھیجا تھا''۔ [ملفوظ الصفر، ص:۶۳]

(۱۰) کافر کا جوٹھا پاک ہے:

آدمی چاہے جنب ہو یا حیض و نفاس والی عورت، اس کا جوٹھا پاک ہے۔ اسی طرح کافر کا جوٹھا بھی پاک ہے، مگر اس سے بچنا چاہیے۔ جیسے تھوک، رینٹھ، کھنکار کہ پاک ہیں مگر ان سے آدمی گھن کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر کافر کے جوٹھے کو سمجھنا چاہیے۔ [فتاویٰ ہندیہ، ج:۱، ص:۲۳]

حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ فرماتے ہیں:

''جب کافر کا جوٹھا پاک ہے تو مومن کا کیا پوچھنا؟ وہ تو اس سے کہیں افضل ہے''۔ [ملفوظ الصفر، ص:۵۹]

مذکورہ بالا فقہی مباحث اور شرعی احکام کے علاوہ بوسیدہ اور پرانی مسجد شہید کر کے نئی مسجد تعمیر کرنے، فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد سنت فجر پڑھنے کا جواز، شراب پینے والے مسلم کے ساتھ کھانے پینے کا حکم، شراب کی حرمت وقباحت، خطبہ کی اقل مقدار، انا مومن ان شاء اللہ کہنے کا حکم اور تلقین موتی وغیرہ کے بارے میں فقہی وشرعی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ جن کے مطالعے سے حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ کی اجتہادی فکر اور فقہی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ دیگر صوفیا و مشائخ کے مکتوبات و ملفوظات میں اس طرح کے خالص فقہی مسائل و مباحث کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ آپ واقعی ''سلطان المحققین'' ہیں۔ آپ کے دیگر کتب و رسائل کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ ''ملفوظ الصفر'' کا ایک بار مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

اللہ رب العزت ہمیں آپ کے علمی و روحانی فیضان سے مالا فرمائے اور آپ کے ارشادات و ملفوظات پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ!

☆☆☆

اصلاح امت

اسلامی تقریبات

بدعات و خرافات کی آمیزش اور اس کا علاج

سید محمد آل مصطفیٰ احسنؔ، جامعہ فاطمہ، شاہجہانپور، یوپی

جو قومیں اپنے دین و مذہب کے بتائے ہوئے راستے اور احکام پر چلتی ہیں، اپنے اسلاف اور پیشرؤوں کی زندگی اور ان کے طریقوں کو اپنے لئے نمونۂ عمل اور مشعل راہ بناتی ہیں، وہی قومیں دنیا میں ترقی و کامیابی سے ہمکنار ہو کر بقاء و دوام کے جام شیریں سے سرشار ہوتی ہیں، ہر میدان عمل میں (چاہے وہ دینی ہو یا دنیوی، علمی ہو یا ثقافتی) کامیابی ان کے قدم چومتی ہے اور وہ زندگی کے ہر شعبے میں اپنی قابلیت، اپنی دانائی اور اپنے علم و دانش کا لوہا منوا کر اقوام عالم کی نمائندگی و قیادت کرتی نظر آتی ہیں۔ اور دنیا ان کی غلامی و متابعت پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس کی روشن مثال اور جیتی جاگتی تصویر ''قرون اولیٰ'' کے وہ مسلمان تھے، جو اللہ عزوجل کے مخلص بندے، رسول اللہ ﷺ کے سچے عاشق و غلام اور شریعت و طریقت محمدیہ کے عامل تھے۔ جس کی وجہ سے دنیا میں انہیں وہ کامیابی، ترقی اور عزت و عظمت حاصل ہوئی، جس پر آج بھی دنیا انہیں خراج عقیدت پیش کرتی ہے۔ اور دشمن بھی ان کے قصیدے پڑھتے نظر آتے ہیں۔

اور آج ذرا نگاہ اٹھا کر دیکھیے تو معاملہ بالکل الٹا، حالات یکسر بدلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کل تک جو قوم ترقی و کامیابی کے پروں پر سوار ہو کر عزت و عظمت و شہرت کی آسمانی بلندیوں میں بسیرا کرتی تھی، آج وہی قوم اپنی بد اعمالیوں، عصیاں شعاریوں اور جفا کاریوں کے پیروں تلے کچل کر ذلت و رسوائی کی لامحدود پستیوں میں پڑی ہوئی ہے۔ کل تک جو سارے عالم کے درد و غم، رنج و الم کا مداویٰ کرتے تھے، افسوس! وہی آج گرفتار رنج و الم اور نشانۂ ظلم و ستم ہیں، اور کوئی ان کا پرسان حال زار، اور رفیق و غمگسار نہیں ہے۔ لیکن اس کا ذمہ دار کوئی اور نہیں ہے، ہم خود ہیں۔ کیونکہ ہم نے اللہ عزوجل و رسول اللہ ﷺ کی بندگی و غلامی سے منھ موڑ کر، ان کے احکام و سنن کو چھوڑ کر اور شریعت و اسلام کے فرامین و قوانین کو توڑ کر اپنے پیروں پر خود ہی کلہاڑی مار لی۔ اور قرآن و حدیث کی دولت بے بہا سے خود کو دور کر کے اپنے لیے آپ گڑھا کھود لیا۔ ؎

ان کے جو ہم غلام تھے، خلق کے پیشوا رہے
ان سے پھرے جہاں پھر آئی کمی وقار میں

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اور اسی وجہ سے آج ہمارے اندر طرح طرح کی خرافات قبیحہ اور نئی نئی بدعات سیئہ جنم لے رہی ہیں۔ کیونکہ ہر بدعت کی اصل وجڑ ''دین و سنت سے دوری اور اسلاف کے نقوش قدم سے ہٹنا'' ہی ہے۔ اور ہر بدعت سیئہ کا انجام ''ضلالت و گمراہی ہے''۔ دنیوی امور تو چھوڑیے، ان پر رونا ہی کیا؟ افسوس! تو یہ ہے، کہ ہمارے وہ کام جو خالص دینی و مذہبی اور اللہ عزوجل و

رسول اللہ ﷺ کی رضا جوئی اور تقرب کا ذریعہ ہیں، (جیسے: محافل میلاد، محافل محرم، اعراس اولیا اور شادی و بیاہ وغیرہ) وہ بھی جہالت و نادانی کے سبب بدعات و خرافات کا مجموعہ ہو گئے ہیں۔ اور ہم انہیں بڑے ذوق وشوق اور اعلیٰ انتظام واہتمام کے ساتھ ثواب کی امید پر منعقد کرتے ہیں۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے، کہ بجائے ثواب کے ہم گرفتار عتاب و عذاب ہوتے ہیں۔ ذرا سوچیے! کیا حال ہوگا، اس قوم کا جس نے گناہ کے کاموں کو ہدایت اور ذریعۂ نجات سمجھ لیا ہے۔

شیطان کا عظیم فریب:

اس سلسلے میں سیدنا الوالد الماجد مفکر اسلام حضرت علامہ سید محمد احسن میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''فضائل اسلام'' سے ایک حدیث اور اس کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ پاک کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے لوگو'' لا الہ الا اللہ'' اور استغفار کو اپنے اوپر لازم کر لو اور ان کو کثرت سے پڑھا کرو، کیوں کہ شیطان کہتا ہے: جب لوگوں کو میں نے گناہوں سے ہلاک و برباد کیا، تو انہوں نے مجھے'' لا الہ الا اللہ'' اور استغفار سے برباد کر دیا۔ جب میں نے اس چیز کو محسوس کر لیا تو میں نے ان کو خواہشوں اور بدعتوں سے برباد کر دیا۔ تو وہ اپنی بدعتوں ہی کو ہدایت سمجھنے لگے۔ (جامع صغیر)

بہت سی ایسی تقریبات، جو خالص اسلامی اور مذہبی ہیں، لیکن ہوا و ہوس کے بندوں اور نفس پرستوں نے ہوا و ہوس، خواہشات نفسانی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان میں بہت سی خلاف شرع حرکات و بدعات منکرات شامل کر دی ہیں، جن کی وجہ سے یہ اسلامی اور مذہبی تقاریب مکمل طور پر خلاف مذہب اور باعث غضب رب ہو گئی ہیں۔ اور وہ ہوا و ہوس، خواہشات نفسانی کی تکمیل اور بدعات و خرافات میں مبتلا ہونے کو درست اور بہتر سمجھ رہے ہیں، حالانکہ یہ سب اسلام و شریعت سے بہت دور کی چیزیں ہیں۔ شیطان نے کس قدر خطرناک دھوکا دیا کہ غافلوں اور نادانوں نے ناحق کو حق سمجھ لیا ہے اور جو خواہش و بدعت دل میں آئی اسی کو دین و مذہب بنا لیا، حالانکہ قرآن نے اس کی خوب خوب مذمت فرمائی ہے۔ فرماتا ہے:

"اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ"۔

ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس ہی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَیْرِ هُدًی مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ"۔

ترجمہ: اس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا رہا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا دلیل کے آئے ہوئے؟ بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہ انسان کے ساتھ شیطان کا بہت بڑا مکر و فریب ہے کہ وہ غیر دین کو دین دکھاتا ہے اور انسان اس کو دین و ہدایت سمجھ کر ثواب کی امید پر کرتا رہتا ہے۔

شرابی شراب، زانی زنا اور چور چوری وغیرہ سے کسی وقت بھی توبہ کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ اس کو ناجائز و حرام سمجھتے ہیں۔ لیکن جب کوئی انسان کسی ناجائز و حرام کام کو عبادت یا ثواب سمجھ

کر کرے، تو اس سے توبہ کیسے کرے گا اور اس کو کیوں کر چھوڑے گا؟ اس لیے کہ توبہ تو حرام و ناجائز کام سے کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب اس نے اس ''حرام و ناجائز'' کو ''عبادت و دین اور کار ثواب''، سمجھ کر کیا، تو اب اس سے توبہ کیسی؟ بلکہ اس میں تو دن بدن ترقی ہوگی۔ اب کسی عالم، مفتی اور کسی واعظ کا وعظ اسے کیسے مفید ہو سکتا؟۔

نا جانے کتنے علما ان خرافات و بدعات اور منکرات سے روکتے روکتے اللہ عزوجل کو پیارے ہو گئے، لیکن قوم اب بھی پورے طور پر شیطان کے اس فریب میں مبتلا ہے۔ شیطان نے اسی لیے کہا تھا، کہ ''جب وہ ہمیں لا الہ الا اللہ اور استغفار سے پریشان کریں گے، تو ہم انہیں ایسے جال میں پھانسیں گے کہ جس سے وہ نکل ہی نہ سکیں۔'' (تلخیص از فضائل اسلام)

علاج: اس مہلک بیماری کا میرے ناقص خیال میں واحد اور مؤثر علاج یہ ہے کہ: ہماری قوم کی ماں، بہنیں اور فرزندان اسلام کتاب و سنت کا ضروری علم حاصل کریں اور اس پر مضبوطی سے عمل کریں، کیونکہ جب سنت زندہ ہوگی تو بدعت مردہ ہوگی۔ سماج سے بدعات و خرافات کا خاتمہ ہوگا۔ اور جب بدعت زندہ ہوتی ہے تو سنت مردہ ہوتی ہے۔ اسی لیے اللہ عزوجل کے حبیب ﷺ نے احیائے سنت (سنت زندہ کرنے) پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن و حدیث پر عمل کرنے اور ان کے احکام کے مطابق اپنے شب و روز گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

☆☆☆

(ص: ۳۷ر کا بقیہ) ... کی امتیازی پہچان ہے۔ حقیقتاً آپ اپنے اسلاف عظام کی سیرت طیبہ کے آئینہ دار، ان کے علم وعرفان کے وارث کامل اور ان کے مشن حق کی تابندہ مشعل تھے، جن کے وجود سے علم و دین کی فضا معطر اور قلوب مومنین منور ہوئے۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کی علالت کا آغاز ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۹ء سے ہوا، مگر اس کے باوجود آپ نے عبادات اور معمولات زندگی میں ہرگز کمی نہ آنے دی۔ علالت کے دنوں میں بھی آپ نے تبلیغی سفر جاری رکھے اور وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی رحلت کے احوال و کوائف بیان کرنا شروع کر دیے۔ آپ نے فرمایا: ''وقت وصال میری زبان سرکار دو عالم ﷺ پر درود و سلام اور ذکر میں مصروف رہے گی، اور روح پاک قرب وصال کے لطیف و سرشار سرور سے محظوظ رہے گی''۔ چنانچہ ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء کو ۷۰ رسال کی عمر پا کر نماز عشاء کے دوران عین حالت قعود میں کلمات تشہد و درود و سلام پڑھتے ہوئے، شب کے ۱۰:۴۵ ر بجے آپ کا وصال مبارک ہوا۔ آپ کی حیات طیبہ عشق مصطفیٰ ﷺ، علم و فضل، زہد و تقویٰ، طریقت و شریعت، اور خدمت دین و امت کا روشن آئینہ تھی، جس نے قلوب مومنین کو منور اور فضا کو معطر کر دیا۔ اللہ رب العزت حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے درجات کو اعلیٰ درجات میں بلند فرمائے، قبر مطہرہ کو نور و جلا سے منور کرے، حیات مبارکہ کے بے شمار فیوض و برکات ہم سب پر نازل فرمائے اور ہمیں بھی ان کی سیرت طیبہ سے روشنی، ہدایت اور فیضان روحانی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆

اسلام کے تحفظ کے لیے مدارس کی بقا لازم

مزمل حسین علیمی آسامی

اسلام کی بقا کے لیے مدارس اسلامیہ کا وجود نہایت ہی ضروری ہے۔ چونکہ مدارس دین کی نشر و اشاعت کا اعلیٰ ترین پلیٹ فارم ہے۔ جہاں سے دین اسلام کی پہچان ہوتی ہے، اور مسلمان اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوتے ہیں۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جن ممالک میں اسلام کو ختم کیا گیا، وہاں پہلے مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ چونکہ فرقہ پرست عناصر جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا دینی قلعہ مدارس ہیں، اگر ہم انہیں تباہ کریں گے تو مسلمان خود بخود تباہ ہوتے چلے جائیں گے۔

ہندوستان کی سب سے بڑی مسلم آبادی والی ریاست اتر پردیش ہے، یہ ریاست برصغیر کا علمی مرکز ہے۔ جو برصغیر میں دینی تعلیمات و تربیت کے فروغ میں اپنی ایک الگ ہی پہچان رکھتی ہے۔ جہاں کے فضلا دنیا کے مختلف ممالک میں خدمات دین انجام دے رہے ہیں۔ اتر پردیش میں ملک کے مختلف حصوں سے طلبا حصول تعلیم کی خاطر سفر کرتے ہیں، اور تعلیم یافتہ ہو کر اپنا مسکن لوٹ کر دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اتر پردیش کے موجودہ صورت حال دیکھ کر ہمیں علامہ اقبال کے دردمندانہ کلمات یاد آ رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہاں بھی آسام جیسا حشر ہوا، تو یقین جانیں ہندی مسلمانوں کا وجود ختم ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گا۔

اقبال نے کہا تھا:

''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے تو بالکل اسی طرح ہو گا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود ہوا آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل، دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا''۔

اقبال نے کہا کہ اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہو گئے، تو بالکل اسی طرح ہو گا جس طرح اندلس میں ہوا۔ اقبال کی بات سو فیصد درست ہے اسے سمجھنے کے لیے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، بلکہ وطن عزیز کی سرحدی ریاست آسام کی موجودہ صورت حال دیکھی جا سکتی ہے۔

میں نے اپنی اس مختصر سی زندگی میں دنیا کا سفر تو نہیں کیا، اور نہ ہی اتنا علم حاصل کیا جس کے بدولت آپ کو بہتر بتا سکوں۔ البتہ میں نے اپنی ریاست آسام کا مشاہدہ کیا ہے، اس کی

صورتحال ملاحظہ ہو:۔

آسام ہندوستان ہی کی ایک سرحدی ریاست ہے، جہاں مسلمان تو ہیں مگر اسلام نہیں ہے۔ جہاں کے مسلمانوں کو دیکھ کر زمانۂ جاہلیت یاد آتا ہے۔مسلمانوں کی اکثریت اعمال کفریہ میں ملوث ہیں۔ بازاروں اور دکانوں میں مسلمان تو نظر آتے ہیں، مگر اسلام کی خوبصورتی نظر نہیں آتی۔ یہاں کے مسلمان دینی تعلیمات وتربیت سے نا آشنا ہیں، جس کے نتائج میں اکثر وبیشتر مسلمان شعار اسلام کو فراموش کر بیٹھیں ہیں۔ حالات ایسے ہیں کہ مسلمان عبادات مثلاً صلوٰۃ ،صوم، زکوۃ وغیرہ کو ترک کرتے نظر آتے ہیں۔ صلہ رحمی ، باہمی تعاون، اعمال صالحہ کی بجائے حسد، بغض، سود کی حرام کمائی، ایک دوسرے کو نقصان پہچانا ان کا وطیرہ بن گیا ہے۔ دولت، عزت، طاقت وقوت وغیرہ کے حصول کو ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ ان سب کے اسباب صرف اور صرف دینی تعلیمات سے نا آشنائی ہے۔

مسلمانان آسام کے حالات بہت بدتر ہیں اور وجہ دینی تعلیمات سے محرومی ہے۔غیروں اور ہم میں صرف نام کا فرق رہ گیا باقی اعمال وہی ہیں جو غیروں کے ہیں۔

مدارس اسلامیہ کی ضرورت کیوں؟

آج کے دور میں دینی تعلیم کے بغیر ایمان وعقیدت کی حفاظت وصیانت تقریبا ناممکن ہے۔ دینی تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کا یہ اقتباس پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے ملاحظہ ہو:

''یہ ایک حقیقت بات ہے کہ جن ملکوں میں مدارس کو ختم کر دیا گیا ہو وہاں اسلام مٹ گیا۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور بہت سے ائمہ حدیث وفقہ کی سرزمینوں میں صحیح سے کلمہ پڑھنے والے نایاب ہیں۔ وسط ایشیا کی وہ تمام ریاستیں جو اشتراکیت کی زد میں آئیں وہاں مدارس کو مٹا کر اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی کچھ اور ملکوں میں اس طرح کی کوشش جاری ہے اس صورت میں علمائے کرام کو تمام مساجد کو جزوقتی درسگاہوں میں تبدیل کرنا ہوگا مساجد کے تمام ائمہ اپنے اردگرد کا جائزہ لیں اور کوشش کریں کہ متعلقہ آبادی یا محلہ میں کوئی بچہ دینی تعلیم سے محروم نہ رہ پائے اور سن بلوغ کو پہنچنے سے قبل دینی تعلیم سے اس قدر آگاہ ہو جائے کہ وہ درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے۔ علماء وائمہ مساجد کے لیے تدریس وتبلیغ دین اب فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے''۔

مدارس اسلامیہ کو نشانہ آسام میں بنایا گیا اب یہ سلسلہ اتر پردیش تک پہنچ گیا ہے۔ ابھی بھی اگر ہم کوئی لائحہ عمل تیار نہ کریں تو وہ دن دور نہیں جب ملک کے نقشے سے مدارس کے اثرات ختم کر دیے جائیں گے۔ ڈاکٹر اقبال وعلامہ قمر الزماں اعظمی کے اقتباسات پر غور کرتے ہوئے ہمیں مدارس کی بقا کی فکر کرنی چاہیے۔ وقت رہتے ہوئے ہندی مسلمان ہوش کے ناخن لیں، ورنہ تباہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آیے گا۔ اللہ ہمارے مدارس کی خاص حفاظت فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

شائقین علم سے گزارش ہے کہ اس علمی وفکری رسالہ کی ممبر شپ حاصل کر کے اسے دوام واستحکام بخشیں۔

قیمت فی شمار:	۵۰/روپے
سالانہ:	۲۰۰/روپے
سالانہ بذریعہ رجسٹری ڈاک:	۴۰۰/روپے

مشعل راہ

غوث اعظم کی تعلیمات: ان کے ملفوظات کی روشنی میں

مفتی مشتاق احمد امجدی، ازہری دارالافتاء ناسک

امت مسلمہ کی تاریخ میں غوث اعظم سیدنا سرکار محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ایک ایسا آفتاب ہے جس کی روشنی نے چھٹی صدی ہجری سے لے کر آج تک کروڑوں دلوں کو منور کیا ہے۔ آپ کی شخصیت نہ صرف سلسلۂ قادریہ کی بنیاد ہے، بلکہ تجدید دین، احیائے شریعت اور فروغ اسلام کے میدان میں بھی آپ کا کردار بے مثال ہے۔

فاضل قلمکار حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی صاحب کا یہ گراں قدر مضمون ''غوث اعظم کی تعلیمات: ان کے ملفوظات کی روشنی میں'' اسی مقدس ذات کی حیات افروز تعلیمات کا نچوڑ پیش کرتا ہے۔ مفتی صاحب نے آپ کے ملفوظات سے اطاعت خداوندی، امتثال اوامر، زہد و ورع، صبر و شکیب اور تواضع جیسی کلیدی ایمانی صفات کو نہایت مؤثر انداز میں جمع کیا ہے۔ یہ تعلیمات دراصل ہر اس بندۂ مومن کے لیے ''مشعل راہ'' کی حیثیت رکھتی ہیں جو دنیا و آخرت میں فلاح اور کامرانی کا طالب ہو۔ (محمد سبطین مرتضوی)

اسلام اللہ عزوجل کا سب سے محبوب وپسندیدہ دین ومذہب ہے، وہی اس دین کا محافظ ونگہبان اور ناصر ومددگار ہے، اس نے اس دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے انبیا ومرسلین کی جماعت کو بھیجا اور ان سب کے آخر میں اپنے مقدس وبرگزیدہ رسول امام الانبیا، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا، آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ اور روشن تعلیمات سے کفار مکہ جیسے سنگ دل انسانوں کے قلوب میں اسلام کی محبت کا ایسا چراغ روشن فرمایا کہ سب کے دل نور اسلام سے جگمگانے لگے، حاسدین و معاندین اہل عرب اور اشرار بداطوار یہود ونصاریٰ نے اسلام کی شمع فروزاں کو گل کرنے کی لاکھ کوشش وجتن کی مگر:

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جب جب دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے صاف وشفاف دامن کو داغ دار اور رخ تاباں کو بدنما کرنے کی سازش رچی گئی تو رب تعالیٰ نے اسے مزید نکھار وتابانی اور تقویت عطا فرمائی، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دباؤ گے اتنا ہی وہ ابھرے گا

اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کی نصرت وحمایت کا یہ محبوب سلسلہ زمانہ خیر القرون سے زمانہ صحابہ اور تابعین تک پوری آب وتاب کے ساتھ چلتا رہا اور اس وقت سے لے کر اب تک چلا آرہا ہے اور یہ مبارک سلسلہ صبح قیامت تک جاری

وساری رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چھٹی صدی ہجری میں جن عظیم وجلیل ہستیوں اور پاکباز و فرشتہ صفت بزرگوں نے دین کی تجدید واحیا، تبلیغ واشاعت اور فروغ وارتقا میں نمایاں کردار اور ممتاز خدمات انجام دی ہیں، جن کی انتھک کوششوں اور جانکاہ محنتوں سے اسلام کو تقویت حاصل ہوئی اور اسے پھلنے پھولنے کا حسین موقع ملا ان میں سیدنا سرکار محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی سرفہرست نظر آتا ہے۔

آپ حنبلی المسلک ایک عظیم صوفی بزرگ اور سلسلہ قادریہ کے بانی ہیں، آپ ظاہری فضل وکمال اور باطنی فہم وفراست کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آپ کی ذات ستودہ صفات بے شمار انعامات خداوندی اور بے حساب نوازشات الہیہ سے عبارت تھی بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ ایک داعی دین ومبلغ اسلام کے اندر جس قدر خوبیاں درکار ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام خوبیوں سے آپ کو سرفراز فرمایا تھا یہی وجہ ہے آپ کے اقران ومعاصرین مشائخ طریقت، صلحات امت اور امنائے ملت آپ کے وہبی محاسن وکمالات اور خداداد منازل ومراتب کا کھلے دل سے معترف تھے بلکہ آپ کے حاسدین ومعاندین بھی آپ کی عظمت ورفعت کے گن گایا کرتے تھے، سچ ہے:

"والفضل ما شهدت به الاعداء"۔

آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ دین متین کی خدمت اور بندگان خدا کی رشد وہدایت میں صرف ہوا، اگر آپ کی سیرت وسوانح کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو ہر قاری پر یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوجائے گی کہ آپ کی پاکیزہ حیات کا گوشہ گوشہ خدمت دین، اشاعت دین اور تبلیغ دین کے نور سے منور ومجلیٰ ہے۔

آپ نے پوری زندگی اسلام کی روشن تعلیمات کے ذریعہ فسق وفجور کے دل دادہ، ظلم وبربریت کے گرویدہ، اپنے خالق ومالک کی نافرمانی وناشکری میں زندگی بسر کرنے والوں اور اسلامی احکام ومسائل سے ناواقف بندوں کو نیکیوں کا خوگر، عدل وانصاف کا پیکر، صبر وشکر کا عادی، اسلامی احکام ومسائل کا عامل اور دنیاوی مال ومتاع اور فانی جاہ وحشمت کی چاہت ومحبت میں چُور لوگوں کو محبت خدا اور عشق مصطفیٰ کا ایسا علمبردار بنایا کہ ہر طرف سنتوں کی بہاریں نظر آنے لگیں، ہر سو آپسی بھائی چارہ کا پرچار ہونے لگا اور ہر چہار جانب اخوت ومساوات اور عدل وانصاف کا پھریرا لہرانے لگا، غرض کہ آپ کی تعلیمات اور اصلاحات بندگان خدا کے لیے دنیا وآخرت میں صلاح وفلاح اور نجات کا ضامن وسبب ہیں۔

ذیل میں آپ کی گراں قدر تعلیمات پر مشتمل چند ملفوظات شریفہ اور فرمودات عالیہ نقل کر رہا ہوں جو یقیناً لائق عمل اور قابل اعتنا ہیں، جن سے اہل ایمان کے ظاہری احوال کی درستگی اور باطنی کیفیت میں بالیدگی پیدا ہوگی، دلوں کو سرور، نگاہوں کو نور اور سینوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی۔

اللہ کی اطاعت وفرمابرداری کی تعلیم:

اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کے احکام کی اتباع وپیروی ہی ایک بندۂ مومن کی کامیاب زندگی کا اصل راس المال اور حقیقی پونجی ہے، اس کے بغیر دنیا وآخرت دونوں جہان میں اس کے لیے تاریکی ہی تاریکی اور ناکامی ہی ناکامی ہے،

رب تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کا درس دیتے ہوئے ایک مقام پر سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہ النورانی ارشاد فرماتے ہیں:

''اطاعت خداوندی ہی تیری عادت اورمرکز ومحور ہونا چاہیے،بس تیرا شعار،عادات واطوار،مطلوب ومقصود،تمنا وآرزو اللہ کی خوشنودی اوراللہ کی عبادت گذاری قرار پائے،اس سے ہرمراد برآئے گی اورتو جس مقام پر فائز ہونا چاہے گا فائز ہوگا، ہربھلائی تک پہنچنے کا یہی زینہ ہے،ہرنعمت ہرخوشی اور ہرگرانمایہ چیز کے حصول کا راستہ ہے''۔ [آداب سلوک مترجم،۸۷]

امتثال اوامر اوراجتناب نواہی کی تعلیم:

ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے کے بعد ایک بندۂ مومن کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اللہ کے اوامر کا امتثال اوراس کے نواہی سے اجتناب کرے یعنی اللہ عزوجل نے جن جن باتوں کا حکم دیا ہے انہیں بجالائے اورجن جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز آجائے ،یہی دونوں امور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے اہم راستے ہیں، چناں چہ سیدنا غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ارکان خمسہ(کلمہ،نماز،روزہ ،حج،زکوۃ) پر عمل پیرا ہونے اورتمام گناہوں سے بچنے سے بڑا اورمحبوب عند اللہ اور کوئی دوسرا عمل نہیں،یہی سب سے بڑے شرف وکرامت کے حامل اعمال ہیں،یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کا سب سے اہم ذریعہ ہیں،اللہ تعالیٰ ہمیں اورآپ کو ایسے کام کرنے کی توفیق دے جو اسے پسند ہیں اورجن سے وہ خوش ہوتا ہے۔''[مرجع سابق]

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''مومن کو چاہیے کہ پہلے وہ فرائض کی ادائے گی میں مشغول ہو،جب فرائض کی ادائے گی سے سبکدوش ہوجائے تو پھر نوافل اورمستحبات کی فکر کرلے، جب تک اس پر عائد فرائض کی ادائے مکمل نہیں ہوتی،اس کا سنن میں مشغول ہونا حماقت و رعونت ہے اگر وہ فرائض کو چھوڑ کر سنن ونوافل میں مشغول ہوا تو یہ بھی مقبول نہیں ہوں گے اوراس کی اہانت ہوگی، اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے بادشاہ اپنی خدمت کا حکم دیتا ہے اوروہ شخص بادشاہ کی خدمت چھوڑ کر بادشاہ کے غلام کی خدمت میں جٹ جاتا ہے،یقیناً بادشاہ اس سے ناراض ہوگا کیوں کہ اس نے اس کے خادم اورزیردست کی خدمت کو ترجیح دی''۔ [آداب سلوک مترجم،ص:۱۵۴]

زہدوورع اختیار کرنے کی تعلیم:

صحیح بات یہ ہے کہ زہد وورع اور خوف خدا ورسول ہی امتثال اوامر اوراجتناب نواہی کے لیے برانگیختہ کرنے کے اہم ذرائع اورمضبوط اسباب ہیں،بندہ جس قدر خوف خدا کی دولت سے مالا مال ہوگا وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے ماموارت کو بجالائے گا، منہیات سے دوررہے گا اورایسا ہی صاحب ایمان بندہ اخروی انعامات ونوازشات کا سزاوار اوردنیا وآخرت کے خسران و ہلاکت سے محفوظ ہوگا ،چناں چہ شہباز ولایت شیخ عبدالقادر جیلانی زہدوتقویٰ کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''زہدوتقویٰ اختیارکر ورنہ ہلاکت کا پھندا تیری گردن میں ہوگا اورتو اس سے کبھی نجات نہیں پاسکے گا،ہاں اللہ تعالیٰ فضل وکرم فرمائے تو الگ بات ہے، نبی کریم کی حدیث ہے کہ دین

کامدار زہد وورع ہے اور اس کی ہلاکت لالچ ہے، بلاشبہ جو چراہ گاہ کے ارد گرد گھومتا ہے کسی وقت بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے، کھیتی کے کنارے چرنے والے جانور کی مانند، قریب ہے کہ اس کا منہ اس تک پہنچ جائے ممکن نہیں کہ کھیتی اس سے محفوظ رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہم دس میں سے نو چیزیں اس خوف سے ترک کر دیتے ہیں کہ حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم ستر مباح دروازے اس خوف سے چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں گناہ نہ کر بیٹھیں'۔ [آداب السلوک، ص:۱۲۱]

صبر وشکیب کی تعلیم:

ایک مومن کامل کی بندگی کی معراج اور عروج وترقی کا راز یہ ہے کہ من جانب اللہ پہنچنے والی ہر مصیبت وتکلیف پر صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے، راضی برضائے الٰہی کا پیکر بنا رہے، ہرگز ہرگز زبان پر شکوہ وشکایت کا ایک حرف بھی نہ لائے ورنہ یہی اس کے زوال وبربادی کا سبب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی وغضب ناکی کا پیش خیمہ اور محرومی برکات کا ذریعہ بن جائے گا، چناں چہ سیدنا غوث اعظم جیلانی ارشاد فرماتے ہیں:

''کتنے تعجب کی بات ہے کہ تو اکثر کہتا ہے: میں کون سا عمل کروں اور کون سا حیلہ اختیار کروں کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں، پس تجھے کہا جاتا ہے کہ اپنی جگہ ٹھہر جا اور اس وقت تک اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ کہ اس ذات کی طرف سے کشائش کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو جاتی جس نے تجھے ٹھہر جانے کا حکم دیا ہے، رب قدوس کا ارشاد ہے: "یاایھاالذین امنوا اصبروا و صابروا و رابطوا و اتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون" [ال عمران: ۲۰۰] اے بندۂ مومن! اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تجھے صبر کا حکم دیا پھر ثابت قدمی کا، پھر خدمت دین میں کمر بستہ رہنے کا، پھر ہمیشہ نیکی پر اور صبر پر کاربند رہنے کا اور اس کی حفاظت کرنے کا پھر اس کے بعد تنبیہ کی کہ صبر کو ترک نہیں کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکال کر باہر نہ کرنا کیوں کہ بھلائی اور سلامتی صبر میں ہے، تو صبر کی وجہ سے متوکلین میں سے ہو جائے گا، تیرے تمام مصائب زائل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ کیے گئے کفایت کے وعدہ کو پورا فرمائے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے کافی ہے'' [طلاق: ۳] صبر دنیا وآخرت میں بھلائی اور سلامتی کی بنیاد ہے، اسی کی دولت بندۂ مومن حالت تسلیم ورضا تک ترقی کرتا ہے، پھر بتدریج اسے ظاہر وغیب میں فنا فی اللہ کا مقام نصیب ہوتا ہے، خبردار صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، ورنہ دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہو جائے گا اور دارین کی بھلائی سے محروم ہو جائے گا''۔ [ایضا، ص: ۱۰۶ تا ۱۰۸]

شکر اور احسان شناشی کی تعلیم:

جس طرح مصائب وآلام اور رنج وغم میں صبر اختیار کرنا اور راضی برضائے الٰہی رہنا ایک عظیم خوبی ہے یوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام سے نوازے جانے پر اس کی قدر کرنا اور معطی حقیقی کا احسان ماننا بڑے کمال کی بات ہے، اسی کو شکر جیسے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، شکر وہ عظیم دولت ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مزید نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور ناشکری وناقدری اور احسان فراموشی پر رب تعالیٰ ناراض

ہوتا ہے اور اس سے موجودہ نعمتوں سے محروم فرما کر طرح طرح کے عذاب میں مبتلا فرما دیتا ہے، رب تعالیٰ کا کھلا اعلان ہے:
"لان شکرتم لازیدنکم ولان کفرتم ان عذابی لشدید"
یعنی اگر تم میرا شکر مانو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔ سیدنا غوث اعظم جیلانی قدس سرہ شکر اور اس کے طریقوں کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر حالت نعمت میں ہے تو تجھ سے شکر کا مطالبہ کیا جائے گا اور شکر زبان، دل اور اعضائے جسمانی کے ذریعے کیا جاتا ہے، شکر لسانی یہ ہے کہ انسان نعمتوں کا اعتراف کرے اور انہیں اللہ کی عطا یقین کرے، مخلوق کی طرف ان کی نسبت نہ کرے، نہ ہی اپنے نفس، اپنی قوت وطاقت اپنے کسب وکمال کا نتیجہ سمجھے، اور نہ ہی ان لوگوں کی عطا خیال کرے جن کے ہاتھوں یہ نعمت اسے پہنچ رہی ہے کیوں کہ تیری اور ان کی حیثیت اسباب وآلات کی ہے اور ان کا قاسم، جاری کرنے والا، موجد، فاعل اور سبب اللہ عزوجل ہے اور جب قاسم۔ جاری کرنے والا اور پیدا کرنے والا اللہ ہے تو وہی مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، اس غلام کو نہ دیکھ جو تحفہ اٹھا کر لا رہا ہے بلکہ مالک کو دیکھ جس کے حکم اور عطا سے یہ تحفہ تجھے مل رہا ہے، دوسرا شکر قلبی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ یہ اعتقاد کامل اور نہ زائل ہونے والا یقین رکھنے کے سبب ظاہری وباطنی نعمتیں، منافع اور حرکات وسکنات میں پوشیدہ لذات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کسی غیر کی طرف سے نہیں، شکر لسانی شکر قلبی کی تعبیر ہوتی ہے، تیسری صورت ہے شکر بالجوارح کی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضائے جسمانی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری میں استعمال کیا جائے اور اس کی رضا کے مطابق انہیں حرکت دی جائے، ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جس میں مخلوق کی فرماں برداری اور خالق کی نافرمانی ہو، یہ چیز نفس، خواہش، ارادہ، تمناؤں اور تمام مخلوق کو عام ہے، اللہ عزوجل کی اطاعت وفرماں برداری کو اصل، قابل اتباع اور رہنما بنا لے اور باقی ہر چیز کو فرع، تابع اور تقلید کنندہ سمجھ، اگر اس کے الٹ کیا تو ظالم، ستم شعار، اللہ کا نافرمان، مخلوق کے حکم کے تابع اور نیک لوگوں کی رہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنے والا ٹھہرے گا، ہر حالت کا حق ادا کر، مصیبت پر صبر کر اور نعمت پر شکر بجالا''۔
[حوالہ سابق، ص:۱۷۴]

تواضع کی تعلیم:

تواضع ایک عظیم ایمانی صفت ہے، بندہ جس قدر متواضع اور خاکسار ہوگا وہ اسی قدر اللہ عزوجل کے نزدیک بلند وبالا مقام پر فائز ہوگا، حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو اللہ کے لیے جتنا جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی بلند کر دیتا ہے، بندۂ مومن اس وصف ایمانی کو اپناتے ہی کبر ونخوت، عجب وتکبر، غیبت وچغل خوری، دجل وفریب سے کوسوں دور ہو جاتا ہے نیز اس قسم کی تمام قلبی امراض، باطنی بیماریوں اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ ہو کر نیکیوں کا خوگر، اعمال صالحہ کا پیکر اور کار خیر کا منبع ومصدر بن جاتا ہے، تواضع کی حقیقت، اس کی قدر ومنزلت اور اسے اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ایک مجلس میں حضور غوث پاک قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

''تواضع یہ ہے کہ جس انسان سے ملے اسے اپنے آپ سے بہتر خیال کرے اور کہے کہ ہوسکتا ہے وہ عنداللہ مجھ سے بہتر اور بلند درجہ ہو، اگر چھوٹا ہے تو کہے اس نے اللہ تعالیٰ کی

نافرمانی نہیں کی، حالاں کہ میں نے گناہ کیے ہیں، لہٰذا بلاشبہ وہ اس لحاظ سے مجھ سے بہتر ہے، اگر بڑا ہے تو کہے اس نے مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے، اگر عالم ہو تو کہے کہ اسے وہ نعمت دی گئی ہے جس سے میں محروم ہوں، اور جو دولت اسے میسر ہے مجھے حاصل نہیں اور جو وہ جانتا ہے میں اس سے جاہل ہوں، وہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے، اگر جاہل ہے تو کہے اس نے جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جب کہ میں نے جانتے بوجھتے گناہ کیا، اور میں نہیں جانتا کہ ہم دونوں کا خاتمہ کس پر ہوگا، اگر ملنے والا کافر ہو تو کہے کہ کیا خبر کل کو وہ اسلام قبول کرلے اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ میں کفر کر بیٹھوں اور میری موت برائی پر آئے، تواضع شفقت اور مہربانی کا دروازہ ہے، یہ بہترین خصلت ہے جسے انسان اختیار کرسکتا ہے اور اسی کا اثر ہمیشہ دیر پا ثابت ہوتا ہے، جب بندہ اس خصلت کو اپنالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے آفاتِ نفسانی سے بچالیتا ہے اور اسے اس بلند مرتبے تک پہنچا دیتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کرتا ہے، اس کا شمار خاصان بارگاہ اور محبوبان پروردگار میں ہونے لگتا ہے اور وہ دشمن خدا ابلیس لعین کا سخت ترین دشمن بن جاتا ہے یہی رحمت کا دروازہ ہے، اس کے علاوہ انسان کی زبان دوسروں کی غیبت اور لایعنی باتوں سے رک جاتی ہے، بس کوئی عمل تواضع کے بغیر تکمیل پذیر نہیں ہوتا، تواضع دل سے کبر و نخوت، بغض و کینہ اور دوسری تمام برائیوں کو نکال دیتی ہے، جلوت و خلوت یکساں بن جاتی ہے، ظاہر و باطن ایک اور قلب و زبان میں یکسانیت آجاتی ہے، انسان خلق خدا کی بھلائی چاہنے لگتا ہے، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتا ہے''۔

دور و نفور رہنے کی تعلیم:

حسد ایک انتہائی سخت مہلک و مضر باطنی مرض ہے جو انسان کی نیکیوں کو ضائع و برباد کردیتا ہے، اس کے ارتکاب سے بندہ رب تعالیٰ کی نعمتوں سے ہاتھ دھو کر اس کے سخت عذاب میں گرفتار ہوجاتا ہے، حسد جیسے مہلک بیماری کی شناعت سے باخبر کرتے ہوئے اور اس سے اجتناب کی سخت تلقین کرتے ہوئے ایک مجلس میں آپ نے فرمایا:

''اے بندۂ مومن تو اپنے پڑوسی سے اس کے کھانے پینے، لباس، عورت، گھر، دولت و ثروت اور مولا کی دی گئی دوسری نعمتوں کی وجہ سے کیوں حسد کرتا ہے، اللہ کریم نے اس پر اپنا فضل و کرم فرمایا تو اس سے کیوں جلتا ہے؟ کیا نہیں جانتا کہ حسد تیرے ایمان کو کمزور کردے گا اور پروردگار کی نگاہ میں تجھے گرادے گا اور وہ کریم تجھ سے ناراض ہوجائے گا''۔ [آداب سلوک، ص:۱۳۰]

سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے یہ وہ مبارک ملفوظات و فرمودات ہیں جو اسلام کی پاکیزہ اور روشن تعلیمات پر مشتمل ہیں، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت و محبت کا دعویٰ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک ہم ان کی روشن تعلیمات کو نہ اپنائیں، یہ وقت و حالات کا سخت تقاضا ہے کہ آپ کا نام لینے اور آپ سے محبت و عقیدت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی تعلیمات کو اپنا کر ایک روشن اور مثالی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے آمین!

☆☆☆

حضور حجۃ الاسلام کا علمی مقام و مرتبہ

علی حسین ضیائی، اتر مہاراج پور، مالدہ، بنگال

خاندان رضا صدیوں سے شجاعت و بسالت، غیرت و حمیت اور جرأت و دلیری میں ممتاز و نمایاں رہا۔ جب اس نیک خصال خانوادے نے میدان کارزار اور تیغ و سناں کو ترک کر کے وادی علم و عرفان کو اپنی جولان گاہ بنایا تو وہاں بھی ایسے محیر العقول کارنامے انجام دیے کہ افق علم و فضل ان کے فیضان سے منور ہو گیا۔ علم و حکمت، شعر و ادب، معقولات و منقولات ہر میدان میں ان کے آثار قلم گوہر تاباں بن کر چمکے اور علمی خزانوں کو نادر شہ پاروں سے معمور کر دیا۔ حق گوئی و بے باکی، احقاق حق و ابطال باطل کی جدوجہد ان کا شعار تھا۔ خانوادے کا طرز اسلوب اپنی مثال آپ تھا۔ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے وجود کا سرمایۂ بصیرت تھا اور محبت رسول ﷺ ان کے قلوب کا جوہر حقیقت۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ امت کے قلوب میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کرنے میں صرف کیا۔ گستاخان خدا و رسول کے خلاف ہمیشہ شمشیر حق بکف رہے اور جہاد بالقلم کو اپنا ابدی شعار بنایا۔

اسی درخشاں خانوادے کے جلیل القدر عالم دین، حجۃ الاسلام، شیخ الاسلام والمسلمین، حجۃ اللہ فی الارضین، امام العلماء، تاج العلماء الکاملین، سند المفسرین، عمدۃ المحدثین، شیخ الادب، شیخ الحدیث، امام الوقت، رہبر شریعت، شیخ الطریقت، عظیم المرتبت، سلطان المناظرین، قائد اہل سنت، نائب و جانشین اعلیٰ حضرت، علامہ مولانا مفتی حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ نے اپنے اسلاف کے علمی وقار اور روحانی جلال کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ علم و حکمت، دانائی و بصیرت، تبلیغ و اشاعت، زہد و تقویٰ اور خدمت دین سے اسے مزید فروغ دیا۔ وہ بحق نائب اعلیٰ حضرت کہلائے، جنہوں نے علم و عمل کے گلستان میں ایسے نایاب پھول کھلائے کہ آج تک ان کی حیات طیبہ میں انجام پائے دینی و علمی امور کی مثال تاریخ اسلام میں کم ہی ملتی ہے۔ خاندان رضا کا یہ آفتاب عالمتاب ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۵ء میں افق علم و حکمت پر طلوع ہوا۔ حضور اعلیٰ حضرت نے اپنے لخت جگر خلف اکبر کا نام حضور ﷺ کے اسم مبارک پر رکھا اور عرفیت ''حامد رضا'' تجویز فرمائی۔ حجۃ الاسلام کی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی فقیہ اعظم امام احمد رضا کی آغوش رحمت و شفقت میں ہوئی۔ آپ بچپن ہی سے ذکی و فہیم اور ذہین و فطین تھے۔ دوران درس علمی و فنی سوالات پیش فرماتے اور چونکہ اعلیٰ حضرت جیسے بحر العلوم ان کے معلم تھے، اس لیے ہمیشہ شافی جواب پا کر مطمئن ہو جاتے۔

اعلیٰ حضرت کو آپ کے بعض سوالات اس قدر پسند آتے کہ ''قال الولد الاعز'' لکھ کر ان کا سوال اور پھر اپنا جواب متعلقہ کتاب کے حاشیے یا کسی دوسرے مقام پر رقم فرما دیتے۔ اعلیٰ حضرت نے حجۃ الاسلام کو محنت و شفقت سے پڑھایا بھی اور

پلایا بھی۔ آپ کو نہ صرف معقولات میں بام عروج تک پہنچایا بلکہ وقت کے عظیم مفسر، محدث، فقیہ اور مایہ ناز ادیب بھی بنایا۔ جب آپ نے علوم دینیہ کی تکمیل کر لی تو مسند افتا پر متمکن ہوئے۔ یہ سلسلہ ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء) سے ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) تک جاری رہا۔ اسی دوران آپ استاذ مکرم اعلیٰ حضرت کے زیر سایۂ کرم رہ کر تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کرتے رہے۔

اللہ رب العزت نے حضور حجۃ الاسلام کو زبان و قلم دونوں پر غیر معمولی قوت عطا فرمائی تھی اور یہ سب اعلیٰ حضرت کی تربیت ومحنت کا نتیجہ تھا۔ آپ کی تصانیف بلند پایہ، پر مغز اور دلائل و براہین کا خزانہ ہیں۔ ماہر رضویات و فاضل نوجوان ڈاکٹر مولانا امجد رضا امجدؔ صاحب قبلہ کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۳ رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق آپ کی کتب یہ ہیں:

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

(۲) سر الفرار

(۳) دو آفت بد

(۴) نکس اباطیل مدرسۂ خرما

(۵) اجلی انوار رضا

(۶) اجتناب العمال

(۷) سلامۃ اللہ لابل السنۃ

(۸) رمز شیریں چاہ شور

(۹) قصدیم شیریں با چاہ نور

(۱۰) خطبۂ استقبالیہ

(۱۱) اذان من اللہ

(۱۲) مراسلت سنت وندوہ

(۱۳) تسیر المعیون للسکون فی وباء الطاعون

(۱۴) فاتحۃ الریاحین بطیب آثار الصالحین

(۱۵) جبل اللہ المتین

(۱۶) تعلیقات فتاویٰ رضویہ (جلد سوم)

(۱۷) حاشیہ کنز المصلی

(۱۸) مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ

(۱۹) حاشیہ ملا جلال

(۲۰) ترجمۃ الدولۃ المکیۃ

(۲۱) ترجمۃ حسام الحرمین

(۲۲) فتاویٰ حامدیہ

(۲۳) دیوان نعت (بنام تحائف بخشش)

اگر کمیت کے پہلو سے دیکھا جائے تو حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی تصانیف کی تعداد بظاہر ۲۳ معلوم ہوتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ قلت تصانیف نہیں بلکہ کثرت مصروفیات کی دلیل ہے۔ آپ کی علمی و دینی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع اور ہمہ جہت تھا کہ تنہائی ملے تو مزید علمی ذخائر تحریر ہو سکتے تھے۔ اگر آپ محض گوشۂ خلوت اختیار کر کے قلم و قرطاس کے ساتھ متمکن ہو جاتے تو یقیناً علم و ادب کے ایسے بے بہا ذخائر وجود میں آتے کہ کتب خانوں کی الماریاں تنگ پڑ جاتیں۔ کیونکہ آپ قلم کے وہ شہسوار تھے جن کی نوک قلم میں بصیرت کا نور، فکر کی جولانیاں اور علم کی پختگی جلوہ گر تھی۔ وہی قلم جو امام احمد رضا کے فیضان فکر سے روشن تھا اور وہی علم جو خاندان رضا کی میراث الٰہیہ کی جلوہ گری تھا۔ باوجود بے پایاں مصروفیات کے، جب بھی آپ نے زمانے کے

تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قلم اٹھایا، تو ہر سطر آپ کے تبحر علمی، قوت فکر، اور گہرائی بصیرت کی بلند ترین مثال بن گئی۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ آپ کی تصانیف تعداد میں کم ہیں، مگر کیفیت، جامعیت اور اثر آفرینی کے اعتبار سے وہ ایسی گراں قدر علمی متاع ہیں جو بسا اوقات ضخیم کتب کے انبار پر بھاری نظر آتی ہیں۔

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ عربی زبان میں نہایت برجستگی، فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔ آپ کی فصاحت کے معترف نہ صرف برصغیر کے علما بلکہ اہل عرب بھی تھے۔ آپ کے فصیح و بلیغ کلام کے چند واقعات مشہور ہیں۔ حضور صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار اجمیر میں مولانا معین الدین اجمیری کے عربی سوالات کے جواب برجستہ اشعار میں دیے، جس پر سب حیران رہ گئے، حتیٰ کہ حضور صدر الافاضل جیسی عبقری شخصیت نے اعتراف کیا کہ ”عربی زبان کا ایسا ماہر میں نے کسی کو نہیں دیکھا“۔ اسی طرح جب حجاج مقدس کے وزیر دفاع سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے عربی میں گفتگو فرما رہے تھے، تو انہوں نے فرمایا: ”میں نے اکناف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی سلیس و نفیس عربی بولنے والا دوسرا نہیں پایا“۔ اسی طرح ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے، گفتگو ہوئی تو وہ بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ ”طول و عرض ہند میں ان جیسا بولنے والا نہیں دیکھا“۔

عربی زبان پر آپ کی حکیمانہ قدرت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب کانگریسی لیڈر ابوالکلام آزاد نے عربی مناظرہ کا چیلنج دیا تو آپ نے قبول فرمایا، مگر شرط رکھی کہ عربی ”بے نقطہ“ بولی جائے گی۔ یہ سن کر ابوالکلام آزاد نے راہ فرار اختیار کر لی۔

اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب ”الدولۃ المکیۃ“ اور ”کفل الفقیہ الفاہم“ کی طباعت کے وقت آپ کو تمہید لکھنے کا حکم فرمایا۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی تو اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے، خوب دعائیں دیں اور آپ کی تمہید کو روحانی تحسین سے نوازا۔ آپ شعر و سخن میں بھی امام احمد رضا کے جانشین تھے۔ آپ نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شاعری کی اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے۔ تصنیف و تالیف، شعر و سخن اور فتویٰ نویسی میں آپ بحق نائب اعلیٰ حضرت تھے۔

آپ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ حکمت، تدبر اور فراست کے بھی امام تھے۔ جب شہر بریلی میں دیوبندی مدرسہ قائم ہوا تو سنی طلبہ کے بگڑنے کے اندیشے سے آپ کی فکر رسا کے نتیجے میں ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ حضور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تائید سے قائم ہونے والا یہ ادارہ جلد ہی اہل سنت کا علمی و روحانی مرکز بن گیا۔ شعبان ۱۳۴۳ھ (مارچ ۱۹۲۵ء) میں مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی ترقی کے لیے مقتدر علما نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی، جس کے بانی اراکین میں حضور حجۃ الاسلام کا نام سر فہرست تھا۔ تاسیسی اجلاس مراد آباد میں منعقد ہوا جہاں آپ نے صدر مجلس استقبال کے طور پر خطبہ دیا جو مسلمانوں کی ہمہ جہت ترقی کا واضح لائحۂ عمل پیش کرتا ہے۔ ۱۹۲۷ء میں آپ آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۵ء میں جب سکھوں نے انگریز حکومت کی پشت پناہی میں مسجد شہید گنج لاہور کو منہدم کیا تو آپ نے مسلمانوں کے احتجاجی جلوس میں قیادت فرمائی۔ دو لاکھ

مسلمانوں کا پرامن جلوس آپ کی زیر قیادت نکلا، جس میں نظم و ضبط کی مثال قائم ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کے دوران کانگریسی رہنما اور ہم نوا بعض مسلم رہنماؤں نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی، جو ملت اسلامیہ کے لیے خطرناک تھا۔ بصیرت مند علمانے اس نازک مرحلے میں صحیح رہنمائی کی اور تعلیمی اداروں کی حفاظت کی، جن میں علی گڑھ کالج (جو بعد میں مسلم یونیورسٹی بنا) سرفہرست تھا۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے نہ صرف ہندوؤں کی چیرہ دستی بلکہ خلافتی رہنماؤں کی عدم بصیرت کو بھی شدید محسوس کیا۔ آپ نے فرمایا: ''انگریزوں کے مقابلے کا تو نام تھا، مگر مخالفت علما سے تھی، مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی، علی گڑھ یونیورسٹی سے تھی''۔ آپ نے اس پر بھی احتجاج کیا کہ چندہ اسلامی تعلیم کے بجائے تقویۃ الایمان جیسی کتابوں کی اشاعت پر خرچ کیا گیا۔ حضور حجۃ الاسلام کا خاندان شریعت وطریقت علم وعرفان کا بے مثال سنگم تھا، جہاں شب وروز علوم ومعارف کے چشمے جاری رہتے تھے۔ تزکیہ واحسان کے لیے زہد وتقویٰ، توکل وقناعت، ذکر وفکر اور اوراد ووظائف کی شمعیں ہمیشہ فروزاں رہتی تھیں، جن کے انوار سے دل ودماغ منور ہوتے تھے۔

اس مقدس خاندان کو مارہرہ شریف کے برگزیدہ شیوخ سے بیعت وخلافت کے برکات حاصل ہوئے، جن کا سلسلہ زبدۃ العارفین حضرت سید شاہ برکات اللہ مارہروی تک پہنچتا ہے۔ ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کی کئی شاخیں موجود ہیں، لیکن سلسلۂ قادریہ کو جو ترقی وفروغ نصیب ہوا وہ آل برکات و خلفائے برکاتیہ کے فیضان سے نمایاں ہوا۔ سیدنا نور العارفین شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حجۃ الاسلام کو اجازت وخلافت سے نوازا، جسے آپ نے خلوص واخلاص سے نبھایا۔ آپ کے ہاتھ پر لاکھوں نے توبہ کی اور فیضان حاصل کیا۔ ملک وبیرون ملک آپ کے فیض کے طالب جوق در جوق حاضر ہوتے اور سلسلہ قادریہ میں داخل ہوتے۔

الحاصل حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے عہد کے یگانۂ روزگار عالم، منبع علوم ظاہری و باطنی، وارث مسند ولایت و خلافت، رئیس العلما و الاتقیا، فخر مفسرین و محدثین، آفتاب شریعت ومعرفت، بحر بے کنار حکمت ودانائی اور بحق مفکر اسلام کے بلندترین لقب کے مستحق تھے۔ آپ کی ذات گرامی علم وعمل، زہد وتقویٰ، فہم وفراست اور فصاحت و بلاغت کا حسین امتزاج تھی۔ علوم اسلامیہ میں ان کا رفیع المرتبت مقام تھا کہ اہل علم تعظیم وتحسین سے ان کی جامعیت کے سامنے سر جھکاتے اور معارف الٰہیہ کے اسرار میں وہ درک وبصیرت رکھتے کہ اہل دل ان کے افکار وانوار سے اپنی راہیں منور کرتے۔ آپ برصغیر ہندو پاک کے ان چند معدود علما میں سے ہیں جنہوں نے عقل ونقل، علم وعرفان، شریعت وطریقت اور دعوت وارشاد کے ہر میدان میں یکساں مہارت و کامیابی کے نقوش چھوڑے۔ آپ اپنے والد گرامی کی تمام علمی، فکری، روحانی اور اخلاقی عظمتوں کے مظہر کامل اور ان کے علوم و معارف کے حقیقی وارث تھے۔ سنت رسول ﷺ کے متبع کامل اور محبت رسول ﷺ کے مجسم پیکر تھے۔ آپ کی حیات طیبہ عشق مصطفیٰ ﷺ کی حرارت، غیرت ایمانی کے جلال، اور علم وفضل کی رفعت سے درخشاں وتاباں تھی جو خاندان رضا... (بقیہ ص:۲۵ ر پر)

امام الاولیاء بدرملت: حیات وخدمات

مفتی محمد اسلم آزاد مصباحی، صدر مدرس: دارالعلوم اسلامیہ عارفیہ چنامنا کشن گنج بہار

ہمارے اس شمارے میں شامل یہ مختصر تعارف بدر ملت حضرت مفتی الشاہ بدرالدین احمد رضوی علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے کی ایک ادنیٰ کوشش ہے۔ حضرت بدرملت علیہ الرحمہ کا شمار بہار و بنگال کے ان عظیم ترین اولیا وعلما میں ہوتا ہے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج، احیائے دین وسنت، اور عوام وخواص کی شرعی وروحانی رہنمائی کے لیے وقف کردی۔ آپ نے دیوبندیوں ووہابیوں کے ناپاک عزائم کے خلاف فکر رضا کو بلاخوف لومۃ لائم فروغ دیا۔

راقم الحروف کے لیے یہ ایک بڑا شرف ہے کہ سیدی الوالد مناظر اہلسنت مفتی غلام مرتضیٰ رضوی مدظلہ العالی کی معیت میں بارہا آپ کے عرس میں حاضری نصیب ہوئی اور بچپن میں آپ کے عرس کی مقدس محفل میں لب کشائی کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

آپ کا مزار پرانوار خانقاہ ڈیمٹھی، اسلام پور، بنگال میں مرجع خلائق ہے اور ہر سال عرس کی پرنور محافل لاکھوں عقیدت مندوں کے لیے اکتساب فیض کا ذریعہ بنتی ہیں۔ (محمد سبطین رضا مرتضوی)

شیخ المشائخ، عارف باللہ، امام الاولیاء، استاذ زمن، مناظر اسلام، قطب بہار و بنگال حضرت علامہ مفتی الشاہ بدرالدین احمد قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ کا شمار ریاست بہار و بنگال کے ان عظیم ترین بزرگوں میں ہوتا ہے جو ایک ہی وقت میں بحرالعلوم، قاضی شریعت، شیخ طریقت، روشن ضمیر اور صاحب کشف وکرامات ولی کامل تھے۔

ولادت وتعلیم: آپ کی پیدائش ضلع مظفر پور بہار موجودہ ضلع سیتا مڑھی کا مشہور ومعروف مردم خیز موضع باتھ اصلی میں تقریباً ۱۸۹۹ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اور فارسی کی اعلی تعلیم اپنے گاؤں میں اپنے خاندان کے بزرگوں اور استاذ العلما مولانا عبدالکریم رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے مرکز اہل سنت بریلی شریف کا رخ فرمایا اور وہاں جامعہ رضویہ منظر اسلام میں جلیل القدر اساتذۂ کرام سے علوم دینیہ کی تکمیل فرمائی - جامعہ رضویہ منظر اسلام میں آپ کا داخلہ غالباً ۱۹۱۹ء اور فراغت ۱۹۲۷ء میں ہوئی ہے۔- ۱۹۲۷ء میں دستار فضیلت کے تاج زریں سے سرفراز ہونے کے بعد آپ نے منظر اسلام ہی میں رہ کر وہاں کے فقہ وافتا کے ماہرین سے فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کی اور اس فن میں بھی یکتائے روزگار ہوئے۔ آپ نے اپنے دور طالب علمی ہی میں شہزادۂ اعلی حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان، خلیفۂ اعلی حضرت مفتی رحیم بخش مظفر پوری، ملک العلما مفتی ظفر الدین بہاری اور مفتی اعظم ہند جیسی نابغہ روزگار شخصیتوں سے اپنے فتاوی جات پر تائید

وتوثیق حاصل کرلی تھی۔

حضور بدرملت کو صحیحین (بخاری و مسلم) کی اکثر احادیث متن کے ساتھ حفظ تھیں۔ اسی بنا پر آپ اپنے خطابات میں کثرت سے احادیث مبارکہ متن کے ساتھ پڑھتے اور پھر ان کا ترجمہ وتشریح بیان فرماتے تھے۔آپ ایک ہی عنوان پر درجنوں احادیث بیان فرمادیتے تھے۔

اجازت وخلافت: آپ کو سرکار مفتی اعظم ہند، قطب الہند مفتی رحیم بخش مظفر پوری اور مارہرہ شریف سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔آپ کے اور حضور مفتی اعظم ہند کے درمیان بڑے علمی وروحانی روابط تھے۔

جانشینی اور بنگال کا سفر: بدرملت شہزادۂ اعلی حضرت کے حکم سے قطب الہند مفتی رحیم بخش علیہ الرحمہ کے جانشین مقرر ہوئے اور مرشدان گرامی کا حکم پاتے ہی مسلک اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی دعوت وتبلیغ کے لیے غالباً ۱۹۳۶ء میں بنگال کا رخت سفر باندھا اور مرشد گرامی قطب الہند کی مرکزی خانقاہ ڈیمھٹی، اسلام پور پہنچے اور زندگی بھر اپنے اساتذہ اور مرشدان گرامی کی تعلیم وتربیت کا مظاہرہ کرتے رہے اور عوام و خواص کو عشق رسول کے جام سے سیراب فرماتے رہے۔

خلیفۂ تاج الشریعہ، مفتی اشرف رضا قادری رضوی (قاضی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر، ممبئی) نے آپ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''بدرملت حضرت علامہ مفتی محمد بدر الدین احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور مفتی اعظم ہند اور بڑے مولانا مفتی رحیم بخش قادری رضوی باتھوی رحمۃ اللہ تعالی علیہما سے افتا کی تربیت پائی۔ان دونوں بزرگوں نے سند خلافت واجازت سے نوازا اور ڈیمھٹی اسلام پور، بنگال میں تبلیغ اسلام، اشاعت سنیت اور فروغ رضویت کے لیے آپ کو مقرر فرمایا۔وہاں سینکڑوں علما آپ کے شاگرد اور ہزاروں مریدین ہیں۔اخیر عمر میں آپ نے یہیں سکونت اختیار کرلی، اور یہیں آپ کا مزار فیض بخش عام ہے۔علمی جلال وجمال قابل دیدنی تھا۔خطابت میں آپ کو کمال حاصل تھا، گھنٹوں بے تکان بولتے تھے۔مولانا روم علیہ الرحمۃ کی مثنوی کے اشعار ترنم سے اپنی تقریر میں پڑھا کرتے تھے۔میں ان کا عزیز و پڑوسی تھا۔گاؤں میں ان کی سینکڑوں تقریریں سننے کا موقع ملا۔طبیعت سادہ و بے تکلف تھی۔کثرت مطالعہ کے عادی تھے، قوت حافظہ قابل رشک تھا۔علاقائی علما خصوصاً استاذ العلما مفتی مطیع الرحمن نوری اور مفتی اعظم بہار وشیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہما کو ان کی تکریم کرتے ہوئے دیکھا۔عزیز سعید مولانا مفتی اسلم آزاد رضوی مصباحی حفظہ اللہ حضرت بدرملت کے نواسے اور علمی یادگار ہیں''۔

خصوصی نظر کرم: خدا داد صلاحیت اور علمی قابلیت کی وجہ سے مفتی اعظم ہند نے حضور بدرملت کو ''بڑے مولانا صاحب'' اور ''مناظر'' کے خطاب سے نوازا۔اور ڈیمھٹی نیاباڑی کی ایک محفل میں ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری نے اپ کو ولی اور اس علاقے کا قطب فرمایا۔

خدمات اور کارنامے: حضور بدرملت علیہ الرحمہ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔آپ نے وعظ ونصیحت، تقریر وخطابت، درس وتدریس، فقہ وافتا اور مناظرہ کے ذریعے دین وسنت کی نشر و اشاعت اور افکار رضا کو فروغ دیا۔آپ کی کوششوں سے بہار و

بنگال میں متعدد مکاتب، مدارس اور مساجد کی بنیادیں پڑیں۔

علمی و تعلیمی خدمات: مدرسہ بدر اسلام غریب نواز خانقاہ کالوبستی ڈیمھٹی اسلام پور آپ ہی کا قائم کردہ ادارہ ہے اسی ادارہ کے فیض یافتگان میں سے مفتی علاؤالدین مصباحی (سابق شیخ الحدیث دارالعلوم گلشن بغداد رام پور یوپی)، مفتی محسن رضا (سابق صدر مدرس دارالعلوم انوار مصطفی گجرات)، مرحوم مفتی ایوب عالم رضوی (سابق مدرس دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف)، مولانا مجیب الرحمن (کالوبستی) اور راقم الحروف محمد اسلم آزاد مصباحی وغیرہ ہیں، نیز آپ کے خاص شاگردوں میں سے حضرت مولانا مرحوم دبیرالدین بن رحیم بخش (راضی بستی، ڈیمٹھی) بھی ہیں، جو جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۹۵۸ء میں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔اتر دیناج پور کے اکثر علما بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ سے فیض یافتہ ہیں۔آپ نے پوری زندگی فکر رضا کے فروغ میں صرف کر دی یہی وجہ ہے کہ اپ کی صحبت سے وابستہ ہونے والا ہر شخص اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا شیدائی نظر آتا ہے۔آپ نے جن علاقوں میں دعوت وتبلیغ اور وعظ ونصیحت کی وہاں کا بچہ بچہ عشق رضا میں سرشار ہے۔آپ نے خانقاہی روایات اور علمی وفقہی مجالس کے ذریعے بھی دین وملت کی تعلیمات کو خوب فروغ دیا اور ہر عام وخاص تک پہنچایا۔

آپ کی تعلیمات کی بدولت خواص کے ساتھ عوام بھی دیوبندیوں اور وہابیوں کے گمراہ کن عقائد اور ناپاک عزائم سے خوب آشنا ہوئے۔ بنگال میں قطب الہند مفتی رحیم بخش مظفر پوری علیہ الرحمہ کے بعد مسلک اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت کرنے والوں کی فہرست میں سرفہرست آپ کی ذات ہے۔

ملی وسیاسی بصیرت: آزادی وتقسیم ہند سے قبل ہی تقریباً ۱۹۳۶ء میں آپ مغربی بنگال میں متمکن ہو چکے تھے۔ جب پاکستان اور پھر بنگلہ دیش کا قیام ہوا تو آپ نے اپنی حکمت و دانائی سے لاکھوں لوگوں کو ہجرت سے روکا۔ آپ لوگوں کو سمجھاتے: ''اگر پاکستان چلے گئے تو اپنا وطن اور بزرگوں کے مزارات کس کے سپرد کریں گے؟ رضا وخواجہ کے روضے کو کون دیکھے گا؟''۔آپ کی اس دوراندیشی کا ثمر ہے کہ آج ان علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی الحمدللہ زیادہ ہے۔

سماجی واصلاحی کارنامے: آپ نے سماجی سطح پر بھی اہم اصلاحات کیں۔ علاقے میں بہت ہی سرعت سے پھیلنے والی زنانہ ومردانہ نس بندی جیسی وبا پر آپ نے اپنی فہم وفراست سے مکمل قدغن لگایا۔مزید برآں، پورا علاقہ ذات پات کے بندھن میں بری طرح جکڑا ہوا تھا کہ ایک ذات دوسری ذات میں شادی بیاہ کو معیوب سمجھتی تھی۔ آپ نے بے شمار سماجی خرافات اور ہندوانہ رسم ورواج کا بھی قلع قمع فرمایا۔

قدوم اکابر اور علمی رونق: حضور بدر ملت علیہ الرحمہ کی دعوت پر ہی ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری، مفتی اعظم ہند (معیت میں حضرت تاج الشریعہ)، مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان، مناظر اہل سنت مفتی اجمل سنبھلی، مجاہد دوراں مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی اور مبلغ بنگال علامہ اظہار الحسن نوری جیسی نابغہ روزگار شخصیات نے ڈیمھٹی اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال میں تشریف آوری فرمائی۔ ان بزرگان دین کے قدوم میمنت لزوم سے بنگال بالخصوص اتر دیناج پور میں علمی، دینی اور مسلکی

بہاریں آئیں اور مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ ملا۔

اخلاقی اور روحانی کمالات: آپ اکثر و بیشتر پوری رات وعظ و نصیحت درس و تدریس، عبادت و ریاضت، ذکر و اذکار اور کتب بینی میں گزار دیتے تھے۔ آپ بہت کم خوراک کھاتے تھے اور اکل حلال کا التزام فرماتے تھے۔ علاقے میں آپ کا علمی اثر و دبدبہ تھا۔ آپ کی تقریر قرآن کریم کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی تشریح کا آئینہ دار ہوتی تھی۔ اگر کہیں سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف کوئی آواز اٹھتی تھی تو آپ بروقت اسے کچل دیتے تھے۔ آپ کے اندر اخلاص و ایثار کا جذبہ بے کراں موجود تھا۔ اصاغر نوازی، امانت داری، دیانت داری، انصاف پسندی اور حق گوئی آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔ آپ تواضع و انکساری اور حسن اخلاق کے پیکر تھے، درحقیقت آپ سلف صالحین کا عملی نمونہ تھے۔

فن مناظرہ: حضور بدر ملت علیہ الرحمۃ کو فن مناظرہ میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ جب بھی وہابیوں اور دیوبندیوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر شب خون مارنے کی جسارت کی، آپ نے دندان شکن جواب دیا۔ مسلسل شکستوں کے بعد ان بدعقیدہ لوگوں نے مناظرہ گاہ سے راہ فرار اختیار کرنا شروع کر دیا جس سے ان کی جگ ہسائی ہوئی۔

ایک مشہور واقعہ ہے جو بھلیا ڈانگی، سجالی پنچایت، اسلام پور، بنگال کے ''بنیا ہاٹ'' کا ہے، جہاں دیوبندیوں کا مشہور سرغنہ مولوی منت اللہ رحمانی بن مولوی محمد علی مونگیری مناظرہ کے لیے حاضر ہوا، اور لمبی تقریر کرنا شروع کر دیا، اسے یقین تھا کی سنیوں کی طرف سے کوئی نہیں آئے گا، لیکن جوں ہی مناظر اسلام حضور بدر ملت بھلیا ڈانگی گاؤں کے رہنے والے ڈاکٹر مرحوم حفیظ الدین صاحب کے گھر کھانا تناول فرما کر مناظرہ گاہ کی جانب نکلے اور مولوی منت اللہ رحمانی کو آپ کے آمد کی خبر پہنچی، تو آپ کا نام سنتے ہی وہ مناظرہ گاہ سے بھاگ نکلا۔ پھر حضور بدر ملت علیہ الرحمہ نے اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلی حضرت کی صداقت و حقانیت اور علمائے دیوبند کی دروغ گوئی، بہتان تراشی اور ان کے ہفوات کی نقاب کشائی کرتے ہوئے تقریباً ڈھائی گھنٹے تقریر فرمائی اور منت اللہ رحمانی کو پکارتے رہے مگر وہ حاضر نہ ہوا۔ اہل سنت کو عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی اور کئی بدعقیدے تائب ہو کر آپ سے شرف بیعت حاصل کیے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ اسلام پور سے پورب، بنگلہ دیش کے بارڈر سے قریب ''کٹھل ڈانگی'' بھوج پور، بنگال میں پیش آیا۔ پانچ گھڑیا، بھوجا گاؤں کا رہنے والا دیوبندی مولوی عبدالحلیم سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ بحث و مباحثہ زوروں پر تھا مگر جب بد مذہبوں کو اپنی شکست نظر آئی تو اچانک کسی بہانہ سے مولوی عبدالحلیم اپنے ہمنواؤں کے ساتھ اسٹیج چھوڑ کر بھاگ نکلا اور اہل سنت کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

حضور بدر ملت کو جب ایک مناظرہ میں فتح ملی اور یہ خوشخبری استاذ العلما مولانا نصیر الدین پناسی رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو فرط مسرت میں بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا کہ ''شیر رضا کو کون شکست دے سکتا ہے؟''۔

بالآخر حضور بدر ملت کی شہرت و مقبولیت، قدر دانی و حاضر جوابی، ذہانت و فطانت، قابلیت و صلاحیت اور وسعت علم سے بد مذہب مبہوت ہو گئے تھے۔ آپ اپنے موقف پر سختی و مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے اور اپنے فکر و نظر کا بلا خوف لومۃ لائم برملا

اظہار کرتے تھے۔آپ کو کبھی بھی کسی مناظرہ میں شکست نہیں ہوئی۔آپ کے مناظروں کی روداد بہت طویل ہے،الغرض آپ نے وہابیہ و دیابنہ کے بڑھتے قدموں میں شکست و نامرادی کا شکنجہ ڈال دیا۔

کشف وکرامات: امام الاولیاء حضور بدرملت علیہ الرحمہ پیر کامل ، روشن ضمیر ، صاحب کشف وکرامات ولی کامل تھے۔ آپ کے تصرفات وکرامات ان گنت ہیں۔اختصار کے پیش نظر ذیل میں کچھ پیش کیے جاتے ہیں:

قاتلانہ حملے سے غیبوبت: آپ کی خانقاہ میں عام طور پر لوگوں کا جم غفیر رہتا تھا، جو دیر رات تک آپ سے دین وسنت کی باتیں سنتے اور اکتساب فیض کرتے تھے۔ایک دفعہ کی بات ہے کہ کچھ لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کی سازش کی اس کے لیے انہوں نے قاتلانہ حملے کی پلاننگ بھی کی۔قاتلانہ حملہ کرنے والوں نے رات کی تنہائی کا انتظار کیا جب خانقاہ سے سارے لوگ چلے گئے اور آپ اپنے ہاتھ میں لالٹین لے کر خانقاہ کی مسجد میں عبادت کرنے کی غرض سے داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لے کر خانقاہ کی مسجد کا گھیراؤ کیا۔ان لوگوں نے دیکھا کہ لالٹین مسجد میں جل رہی ہے اور حضور بدرملت نماز پڑھ رہے ہیں۔ایک نے کہا:''ابھی تنہا ہیں اور نماز کی حالت میں ہیں ،مسجد میں گھس کر قتل کر دیتے ہیں''۔دوسرے نے روکا:''ہم مسجد میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتے ،باہر نکلنے کا انتظار کرتے ہیں''۔وہ لوگ کافی دیر انتظار کرتے رہے اور حضور بدرملت کو عبادت میں مشغول دیکھا۔لیکن جب صبح صادق کا وقت قریب ہوگیا تو ان لوگوں نے پھر سے مشورہ کیا کہ کہیں نمازی لوگ خانقاہ میں فجر کی نماز کے لیے حاضر نہ ہو جائیں اس لیے مسجد ہی میں گھس کر حملہ کر دیا جائے ،لیکن جب وہ قتل کے ارادے سے مسجد میں داخل ہوئے تو آپ اچانک وہاں سے غائب ہو چکے تھے۔وہ لوگ باہر نکلے تو ان لوگوں نے دیکھا کی قبرستان سے حضور بدرملت لالٹین لے کر خانقاہ کی طرف چلے آرہے ہیں (یہ قبرستان حضور بدرملت کی خانقاہ کے قریب موجود ہے) وہ لوگ ہاتھوں میں تلوار لے کر حضور بدرملت کو قتل کرنے کے ارادے سے دوڑے جوں ہی قریب پہنچے تو حضور بدرملت وہاں سے بھی غائب ہو گئے۔وہ لوگ پیچھے مڑے تو دیکھا کہ حضور بدرملت کے ہاتھ میں لالٹین موجود ہے اور آپ خانقاہ میں اپنے حجرے سے نکل کر وضو بنانے کے لیے جارہے ہیں۔جوں ہی ان لوگوں نے یہ دیکھا تو وہ حواس باختہ ہو گئے ان میں سے ایک نے کہا کہ'' میں اپنے اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں مجھے سب سمجھ میں آ گیا کہ حضور بدرملت کو ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا ہے کیوں کہ یہ اللہ کے ولی ہیں، ان کی حفاظت خود رب کائنات فرماتا ہے''۔اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے بھاگ گئے۔تیسرے دن صبح سویرے حضور بدرملت کی بارگاہ میں معافی طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے ،آپ کے سامنے لوگوں کا مجمع تھا ان لوگوں نے بھرے مجمع میں عریضہ پیش کیا کہ حضور ہمیں معاف فرما دیں۔حضور بدرملت نے ارشاد فرمایا:''آئندہ احتیاط کرو اور دنیا ہی میں اپنی آخرت کی فکر کرو''۔آپ نے جوں ہی معاف فرمایا وہ لوگ خانقاہ سے نکل گئے، مگر مجمع کو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا۔حاضرین میں سے بعض لوگوں نے بعد میں معافی کے طلبگاروں سے دریافت کیا کہ معاملہ کیا ہے؟ تو ان لوگوں نے پورا واقعہ بیان کیا۔

روحانی بصیرت: امام الاولیاء حضور بدرملت کے کشف کا ایک دوسرا واقعہ ''بنیا ہاٹ'' کے مشہور مناظرہ کے دوران ظاہر

ہوا۔ جب مناظر اسلام کی آمد کا نام سنا تو دیوبندیوں کا قائد مولوی منت اللہ رحمانی مناظرہ گاہ سے فوراً فرار ہوکر کہیں چھپ گیا۔ آپ نے تین دن تک علاقے میں ناکہ بندی کروائی اور لوگوں کو پہرے پر بٹھادیا تاکہ وہ راستوں پر نظر رکھیں۔ دو دن گزر گئے اور کوئی پتہ نہ چل سکا۔ تیسرے دن جب حضور بدر ملت اپنی خانقاہ میں مجمع کو وعظ ونصیحت فرمارہے تھے، تو اچانک فرمایا: ''منت اللہ رحمانی فورویلر میں بیٹھ کر لاروکھوا موڑ سے نکل چکا ہے، اور چھوٹانی ہاٹ اور ڈیھیٹی سے ہوتا ہوا نکل جائے گا''۔ آپ نے ماسٹر ادریس صاحب کو فوراً چند لوگوں کے ساتھ ڈیھیٹی موڑ جانے کا حکم دیا تاکہ مولوی منت اللہ رحمانی سے کہا جائے کہ پہلے مناظرہ کریں، تب یہاں سے جانے کی اجازت ہوگی۔

جب ماسٹر ادریس صاحب وہاں پہنچے اور رحمانی صاحب کو حضور بدر ملت کا پیغام سنایا تو وہ بہانہ سازی کرنے لگے۔ مجاہد صفت ماسٹر ادریس صاحب نے سختی کی تو بالآخر مولوی منت اللہ رحمانی نے یہ کہہ کر راہ فرار اختیار کی کہ ''میں ۴؍اپریل کو آکر مناظرہ کرلوں گا''۔ اس کے وعدے کو لکھوا کر دستخط بھی کرالیے گئے اور اسے جانے دیا گیا۔ جب ماسٹر ادریس نے خانقاہ لوٹ کر سارا ماجرا سنایا تو عارف باللہ حضور بدر ملت نے یہ پیشین گوئی فرمائی: جانے والے نہیں آنے والے''۔ یہ بات سچ ثابت ہوئی، اور مولوی منت اللہ رحمانی اس کے بعد کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔ اس واقعے سے آپ کا کشف ظاہر و باہر ہوا، اور ہزاروں لوگ آپ کی بصیرت کے قائل ہوگئے۔ لوگوں کے دلوں کے خطرے اور دماغوں کے خیال بھی آپ کی زبان پر بے تکلف آتے رہتے تھے۔

اولاد امجاد: آپ کی اہلیہ محترمہ سحر النساء عرف سارہ، خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتی رحیم بخش مظفر پوری علیہ الرحمہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ ہیں:

(۱) رابعہ (زوجہ شیخ اسرار مقبول صدیقی) (۲) مرحومہ ریحانہ (زوجہ مرحوم مفتی عبید الرحمن منظری) (۳) ام الخیر (زوجہ محمد الیاس) (۴) مرحومہ غمیسا (زوجہ مرحوم قاری عقیل، مدرسہ فیض القرآن مرادآباد) (۵) مرحوم مولانا صوفی محمد رضا (۶) ہند صد الخیر (زوجہ محمد صابر عالم، ڈیمٹھی، بنگال)

راقم الحروف محمد اسلم آزاد مصباحی، حضرت بدر ملت کی چھوٹی صاحبزادی اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتی رحیم بخش علیہ الرحمہ کی نواسی محترمہ ہند صد الخیر کاشی پور کا بڑا بیٹا ہے۔

وصال اور عرس مبارک: علم وحکمت، فہم وفراست، کشف و کرامت کا یہ نیر تاباں ۲۰؍مئی ۱۹۹۷ء کو اپنی خانقاہ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ حضور بدر ملت علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف آپ کے شاگرد خاص مرحوم مولانا یونس رضا گماڈیکھی کو حاصل ہوا۔ نماز جنازہ میں لوگوں کا ازدحام آپ کی مقبولیت انام کا غماز تھا۔ آپ کا مزار پرانوار مرکزی خانقاہ، کالو بستی، ڈیھیٹی، اسلام پور، اتر دیناج پور، بنگال میں مرجع خاص و عام بنا ہوا ہے۔ ہر سال ۱۱، ۱۲، اور ۱۳ ؍محرم الحرام کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ آپ کا سہ روزہ عرس منایا جاتا ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مریدین، محبین، اور متوسلین عرس میں حاضر ہوکر اکتساب فیض کرتے ہیں۔ ؎

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆

حافظ ملت کی حدیثی خدمات

عمران رضا عطاری مدنی

اللہ پاک نے جن برگزیدہ ہستیوں کو دین و سنت کی خدمت کے لیے چن لیا، اس مبارک جماعت میں ایک بڑا نام سیدی سرکار حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، آپ کی زندگی کا مقصد دین متین کی خدمت، سنت مصطفی کی اطاعت، درس حدیث کی اشاعت تھا، اسی مقصد کے پیش نظر آپ نے ہندوستان کی عظیم علمی درس گاہ بنام الجامعۃ الاشرفیہ (مبارک پور) قائم فرمایا اور از خود درجہ دورۂ حدیث شریف میں حدیث کی سب سے معتبر کتاب صحیح بخاری کا درس دیا کرتے تھے۔ ذیل میں حافظ ملت کی مختصر حدیثی خدمات کا ذکر ہے، مکمل پڑھیں!

درس احادیث کے تعلق سے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نَضَّرَ اللّٰہ امرءًا سمعَ منّا حدیثًا فحفظه حتی يُبَلِّغَه'' اللہ پاک اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی یاد رکھا حتی کہ آگے پہنچا دیا۔ [مسند احمد، ۴۱۵۷]

حضور حافظ ملت قدس سرہ کی شخصیت پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں اس حدیث پاک پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش فرمائی ہے۔

خدمت حدیث کو بنیادی طور پر دو حصہ میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) تدریس

(۲) تصنیف

کثیر مصروفیات کی بنا پر آپ کی تصنیف میں زیادہ خدمات نہیں جب کہ تدریسی خدمات ایک بڑے عرصہ پر محیط ہے، ہزاروں طالبان علوم نبویہ کو حدیث کے جام پلا کر سرشار کرنا آپ کا نمایاں وصف ہے۔ آپ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ علامہ بدر القادری نے کہا:

افکار بخاری ہیں زباں سے تیری جاری
سینہ ترا گنجینۂ عرفان خدا ہے
بیمار و علیل آج ہے سرکار کی امت
ہاتھوں میں ترے نعمت داروے شفا ہے

انداز تدریس: حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرنے اور پڑھانے میں مخاطب کے فہم کا لحاظ کیا کرتے ہیں، حدیث کو آسان پیرائے، سہل جملوں میں اس طرح بیان فرماتے کہ ہر شخص اچھے انداز پر حدیث کے معانی کو سمجھ لیتا تھا۔ بخاری شریف کی پہلی حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' کی توضیح میں رقم طراز ہیں:

''تمام افعال و اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔ جیسی نیت ویسا ہی عمل، نیک نیتی سے عمل مقبول ہے باعث اجر و ثواب ہے، بد نیتی سے عمل مردود ہے، موجب عذاب و عتاب ہے۔ قول ہو یا فعل اخذ ہو یا ترک، از قبیل عبادات ہو یا معاملات کسی عمل

پر بھی اجر وثواب کا حصول حسن نیت پر موقوف ہے، اصول دین میں یہ اصل عظیم اصل الاصول ہے''۔ [حیات حافظ ملت، ص: ۳۵۱] آپ کی حدیث دانی کا اعتراف کرتے ہوئے علامہ عبد اللہ خان عزیزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وہ اعلیٰ درجہ کے ایسے محدث تھے، جنھوں نے چالیس سال کی طویل مدت تک درس حدیث دیا اور اس کے نکات و باریکیوں سے اپنے سیکڑوں تلامذہ کو مستفیض فرمایا''۔ [حافظ ملت ارباب علم ودانش کی نظر میں، ص: ۳۸]

علامہ یس اختر مصباحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وہ (حافظ ملت) بلند پایہ محدث، مفسر، مفتی، اصولی، کلامی، معقولی سبھی کچھ تھے اور ہر ایک کے شواہد موجود ہیں''۔

علامہ محمد احمد مصباحی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ (حافظ ملت) نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام عام کرنے کے واسطے مختلف طریقے اختیار فرمائے اور حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ کی ایسی توضیح وتشریح فرمائی، جو اخلاقی و روحانی بیماریوں کے لیے ایک تریاق کا درجہ رکھتی ہیں۔ [حافظ ملت: ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص: ۴۷]

درس بخاری کی ایک جھلک: بزرگان دین کا طریقہ کار رہے کہ جب وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے یا حدیث پاک پڑھتے پڑھاتے ہیں تو حدیث کے مطابق ان کی کیفیت بن جایا کرتی ہے، جہاں عشق ومحبت کی بات ہوتی وہاں جھوم اٹھتے، جہاں خوف خدا اور جہنم، عذابات الٰہی کا ذکر آتا تو خوف خدا سے لرز اٹھتے، آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے اور جہاں جنت کی نعمتوں کا ذکر ہوتا تو اللہ رب العزت سے جنت کا سوال کرتے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: ''قرآن سنتے وقت رونا، جھومنا اور کچھ پیارے کلمات کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں بہت بہتر ہے۔ [مرآۃ المناجیح، ج: ۲، ص: ۸۷]

محدثین حدیث بیان کرتے تو ان کی کیفیت ہی بدل جاتی تھی چناں چہ امام المحدثین امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث بیان کرتے تو آپ پر رقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔

جب حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نبی اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور کمر مبارک جھک جاتی۔ ایک دن حاضرین نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جو کچھ میں نے دیکھا ہے، تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے۔ میں نے قاریوں کے سردار حضرت سیدنا محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے جب بھی کوئی حدیث پوچھی تو وہ عظمت حدیث اور یاد رسول میں رو دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آنے لگتا۔ [الشفاء، ج: ۲، ص: ۹۳]

اب آیئے! حافظ ملت قدس سرہ کے انداز درس حدیث ملاحظہ کریں، حیات حافظ ملت میں ہے:

''بالخصوص درس بخاری شریف کے دوران عشق نبوی اور محبت مصطفوی کے پیمانے چھلکا کرتے تھے اور آپ کی درس گاہ کا طالب علم حضور انور مالک خشک و تر کی محبت اور عشق میں سرشار ہو جاتا۔ جہاں آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم پاک کا بیان آتا، حافظ ملت مسکرا اٹھتے اور درس گاہ کے در و دیوار پر انوار بکھر جاتے۔ رقت انگیز احادیث آتیں تو حافظ ملت کی پلکیں نور

عشق نبی میں بھیگ بھیگ جاتیں۔ جہاں سرکار صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم کی علالت اور بے قراری و بے چینی کا بیان آتا حافظ ملت بے چین نظر آتے، سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ ؤالہ وسلم کے وصال پر ملال کا ذکر آتا تو حافظ ملت کے قلب پر کیا گزرتی، درس گاہ کے طلبہ وہ حالت و کیفیت محسوس کیے بغیر نہ رہتے۔ حافظ ملت کا نورانی سینہ محبت رسول کا گنجینہ تھا۔ انہی کا ذکر کرتے کراتے عمر گزری، انہی کے عادات و اخلاق سمجھتے سمجھاتے زندگی بسر ہوئی۔ انہی کی تعلیمات کے احیا میں حیات مستعار لگادی۔ ان کے رگ و ریشے قلب و ذہن اور زبان و بیان ہر ایک میں آقا و مولا ﷺ ہی رچ بس گئے تھے۔ جب ذرا محبت کی آنچ لگتی عشق و محبت آنسوؤں کی صورت اختیار کر لیتے۔ اور حافظ ملت نہایت خاموشی اور سادگی سے اپنے رومال میں انہیں جذب کر لیتے۔ ''قال اللہ وقال الرسول'' کی مجلس ہو یا تقریر و وعظ کی محفل نعت حبیب ﷺ کی نواسنجی ہو یا مظاہر قدرت کا کوئی منظر حافظ ملت آقا و مولا کی محبت میں رونے لگتے تھے کیوں کہ حب نبی میں رونا بیدار بختوں کی خصوصیت ہے''۔

حافظ ملت محدث مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دینی اور ملی خدمات میں کثیر مصرفیات رہا کرتی تھیں جس کی وجہ سے آپ کو باقاعدہ تصنیف کا موقع نہ مل سکا، لیکن پھر بھی چند یادگار تصانیف ہیں، خود ارشاد فرماتے ہیں:

''بفضلہٖ تعالیٰ تصنیفی صلاحیت مجھے ضرور ملی اور قلم کی قوت بھی۔ پھر فرمایا: کیا کہوں! بہر حال مجھے لکھنے پر قدرت تھی جس کا نمونہ المصباح الجدید، ارشاد القرآن، معارف حدیث وغیرہ ہیں لیکن قوت تصنیف کی باوجود ہمیشہ عوائق و موانع در پیش رہے اور مصروفیات نے گھیرے رکھا، جس کے باعث میں کچھ نہ لکھ سکا''۔ [حیات حافظ ملت، ص: ۴۳۰]

حدیث کے متعلق حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے دو رسالہ ہیں: (۱) معارف الحدیث، (۲) انباء الغیب۔ دوسرا رسالہ اگرچہ باقاعدہ حدیث پر نہیں مگر اس میں احادیث موجود ہیں۔

معارف حدیث: علامہ بدر القادری مصباحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''زیر نظر کتاب میں حضور حافظ ملت نے رواں دواں زبان اور شگفتہ اسلوب میں حدیث کے مختلف زاویوں کے جلوے دکھا کر عقائد و ایمان کو معطر بیزی و شادابی عطا کرتے ہوئے عبادات و اعمال کی تلقین کی ہے اور اس طرح مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا ہے''۔

اس کتاب کی بابت خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''سمندر کو کوزے میں بھرنے کی کہاوت سنتے تھے، لیکن معارف حدیث اس کی جیتی جاگتی زندہ مثال ہے۔ حدیث کے ترجمے کے ساتھ اس پر عالمانہ و عارفانہ نکتہ آفرینی یہ صرف استاذ العلما جیسی بلند شخصیت کا کام ہے''۔ [ایضاً، ص: ۴۳۳]

انباء الغیب: اس رسالہ میں ایک دیوبندی مولوی کے علم غیب مصطفی پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات قرآنی آیات، احادیث، اقوال ائمہ کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔

اللہ پاک حضرت حافظ ملت شاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر تجلیات کی بارشیں نازل فرمائے، اور حضرت کے علمی و عملی فیضان سے مالا مال فرمائے۔ آمین

☆☆☆

نقوش تدریس

محدث جامعہ نعیمیہ اور تدریس بخاری

علامہ رمضان حیدر فردوسی

ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت وترویج کی تاریخ کسی ایک دور یا خطے کی مرہون منت نہیں، بلکہ یہ مختلف صدیوں میں مختلف مراکز سے پھوٹنے والی ایک نہ ختم ہونے والی نوری روایت ہے۔ ہمارے موجودہ شمارے میں خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ رمضان حیدر فردوسی مدظلہ کا یہ گراں قدر مضمون اس تاریخی تسلسل کو بڑی جامعیت سے سامنے لاتا ہے۔ حضرت موصوف نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقام کو تسلیم کرتے ہوئے اشاعت حدیث کی خشت اول کو بہت پہلے سے جوڑا ہے۔

یہ مضمون واضح کرتا ہے کہ کس طرح حضرت ابوحفص ربیع السعدی اور اس کے بعد مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی جیسے اکابرین بہار کے ذریعے یہ پاکیزہ سلسلہ صدیوں تک پروان چڑھا۔ یہ مضمون بالخصوص بہار کی سرزمین کو علم حدیث کے حوالے سے جو اعزاز حاصل ہے، اسے نہایت مؤثر انداز میں پیش کرتا ہے۔ ڈاکٹر اسحاق ڈار اور دیگر مؤرخین کے حوالے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ: (۱) حضرت مخدوم جہاں منیری کو احادیث کے تمام علوم پر کامل عبور حاصل تھا۔ (۲) بہار برصغیر کی وہ پہلی سرزمین ہو سکتی ہے جہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم جیسی مستند کتب حدیث کی تعلیم سب سے پہلے دی گئی۔ (۳) حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی فردوسی نے ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں بہار شریف میں ہی صحیحین اور دیگر صحاح کی تدریس و تحقیق میں مہارت حاصل کی۔ (۴) شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا یہ مشہور قول کہ ''بہار مجمع علماء بود'' اس خطے کی علمی عظمت کی سند ہے۔

ان تاریخی پس منظر کے بعد مضمون کا محور محدث جلیل حضرت علامہ قاضی مفتی طریق اللہ نعیمی بھاگلپوری علیہ الرحمہ کی ذات گرامی بنتی ہے، جو اسی بہار سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ذات عالیہ اس صدیوں پرانی روایت کی ایک مضبوط کڑی ہیں۔ آپ نے جامعہ نعیمیہ میں نصف صدی سے زائد عرصہ تدریس حدیث بالخصوص تدریس صحیح بخاری کا حق ادا کیا اور آپ کا انداز تدریس قرون اولیٰ کے محدثین کی یاد تازہ کرتا تھا۔ آپ کی محنت کا ثمر ہے کہ آج آپ کے ہزاروں تلامذہ علم حدیث کے ستارے بن کر چمک رہے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ یہ مضمون نہ صرف قاری کو عصر حاضر کے ایک جلیل القدر محدث کی خدمات سے روشناس کرائے گا، بلکہ بہار کی اس درخشاں علمی تاریخ پر بھی روشنی ڈالے گا جسے اکثر بھلا دیا جاتا ہے۔ (محمد سبطین مرتضوی)

ہندوستان میں احادیث نبویہ کی خدمات جلیلہ کی پاکیزہ روایت حضرت ابوحفص ربیع السعدی علامہ ابوتوامہ شرف الدین بخاری، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی، شیخ علی متقی، مخدوم نوشہ توحید بلخی، محمد طاہر پٹنی، علامہ شوق نیموی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مسند الہند ولی اللہ دہلوی، خواجہ ظہور الحق عمادی کے ذریعے جامعیت کے ساتھ آگے بڑھی اور بڑھتی چلی

گئی اور نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل پڑا۔
روایتی باتیں کرنے والے خدمت حدیث کا سیدھا رشتہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی سے جوڑتے ہیں اور اپنے اساتذہ سے شجرۂ روایت حدیث چلاتے ہوئے وہیں جاکر توڑ بھی دیتے ہیں اور چھوڑ بھی دیتے ہیں ان سے آگے انہیں کچھ سوجھتا نہیں ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ شیخ محقق کی خدمات حدیث لازوال اور ناقابل فراموش ہیں۔ پوری ملت اسلامیہ ان کے زیر بار احسان ہے،لیکن انہیں اشاعت حدیث کی نشات ثانیہ کا بانی تو کہا جاسکتا ہے بلکہ ہیں مگر اس سلسلے کی خشت اول قرار دیکر ان سے قبل کے تمام محدثین عظام کی محنتوں کو بھلایا نہیں جاسکتا اور نہ ہی تاریخی حقائق وشواہد سے چشم پوشی کی جاسکتی ہے۔
حضرت ابوحفص بن ربیع السعدی البصری جو تبع تابعین اور بلند پایہ محدث گزرے ہیں،ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:
''اول من صنف فی الاسلام،اسلام میں پہلی کتاب آپ ہی نے تصنیف کی آپ حضرت حسن بصری اور حضرت عطا کی تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت ابوحفص کے شاگردوں میں سے حضرت سفیان ثوری حضرت وکیع بن جراح اور حضرت ابن مہدی جیسے عظیم المرتبت محدثین کرام شامل ہیں،المغنی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال سندھ میں ہوا لہٰذا اسی مناسبت سے ان کا شمار علمائے ہند میں کیا جاتا ہے''۔[ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم،محمد صدیق حسن خان القنوجی]
ڈاکٹر اسحاق ڈار کا ایک حقیقت افزا اور دلچسپ تبصرہ کی سچائیوں کا ایک گھونٹ اگر کڑواہٹ محسوس ہو تو مجھے معذور جانیے اور یہ تلخ گھونٹ برداشت کیجیے، تاکہ بیمار و لاغر معلومات رو بصحت ہوسکے:
''شرف الدین منیری علاقۂ بہار کے ایک ممتاز محدث تھے وہ حدیث سے متعلق تمام علوم مثلاً تاویل الحدیث،علم رجال الحدیث اور علم مصطلحات الحدیث پر پورا عبور رکھتے تھے،انہوں نے اپنے مکتوبات اور تصوف کی کتابوں میں احادیث کثرت سے نقل کی ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ بہت سے موقوں پر انھوں نے علم حدیث کے مختلف پہلوؤں مثلاً روایت بالمعنی اور شرط الراوی وغیرہ پر اپنی تصنیف میں طویل بحثیں کی ہیں اور صحیحین،مسند ابویعلی،الموصلی،شرح المصابیح اور مشارق الانوار کے حوالے بھی دیے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ امام نووی (متوفی: ۶۷۳ھ) کی شرح صحیح مسلم کا ایک نسخہ ان کے پاس موجود تھا اور انہوں نے اس کا غائر مطالعہ کیا تھا۔انہیں حدیث نہ صرف زبانی یاد تھی بلکہ وہ ان کے مطابق عمل بھی کرتے تھے چنانچہ انہوں نے محض اس وجہ سے خربوزہ کبھی نہ کھایا کہ انھیں معلوم نہ ہوسکا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا تھا۔ ان اوصاف کے علاوہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قرآن وحدیث دونوں کی متصوفانہ تعلیم پر بھی سند مانے جاتے تھے''۔[علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ]
آگے لکھتے ہیں:
''شیخ مخدوم الملک شروع سے ہی ایک جید محدث اور حنبلی عالم ابوتوامہ سے درس حدیث لیا اور ان کے زیر تربیت علوم حدیث پڑھیں،اس وجہ کر آپ کو حدیث پر عبور اور علوم حدیث سے واقفیت تھی۔شیخ ابوتوامہ چوں کہ باہر سے آئے تھے اس لیے

ان کے پاس صحیحین اور حدیث کی دیگر کتابیں موجود تھیں جو اس وقت کے ہندوستان میں معدوم تھیں''۔[مرجع سابق]

صفحہ نمبر ۹۶ رکی یہ عبارت بھی پڑھیں:

''شیخ زین الدین ساکن دیوہ نے ان (مخدوم جہاں) کو مسلم شریف کا ایک نسخہ بطورِ ہدیہ دیا تھا۔

ابن جمال لکھتے ہیں:

''یہ بات بہت ہی حیرت انگیز اور دلچسپ ہے کہ گجرات کو چھوڑ کر سارے ہندوستان میں کہاں عالم اور کہاں جاہل اور کیا عوام اور کیا خواص سبھوں کا تکیہ اور بھروسہ صغانی کی مشارق الانوار تھی، ایسے ماحول میں بہار کے دور افتادہ قصبہ منیر کی خانقاہ میں صحیحین کی موجودگی ایک راز اور معمہ ہے اور شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شیخ ابوتوامہ نے اپنی کتابیں شیخ شرف الدین کو ہدیہ کر دیں، جیسا کہ بہت سے استاذ اپنی کتابیں اپنے لائق اور جانشین طالب کو دے دیتے ہیں۔ یہ بھی لائق ذکر ہے کہ انہوں نے صحیحین کی اپنے شاگردوں اور مریدوں کو درس بھی دیا تھا چنانچہ ان کے کئی شاگرد اور مرید کے نام ہمیں تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں جنہوں نے ان سے صحیحین کی سند حاصل کی تھی، یہ چیز بہار کے لیے سرمایۂ امتیاز اور لائق فخر ہے اور یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ سارے ہندوستان میں صحیحین کی تعلیم سب سے پہلے بہار کی ایک خانقاہ میں دی گئی۔ ہوسکتا ہے اس میں گجرات کا استثنا کر دیا جائے کیونکہ وہاں ساحلی علاقہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے فضلا اور علما عرب جاتے رہتے تھے اور علم حدیث سے بھی اس خطہ کو اشتغال زیادہ تھا چنانچہ علی متقی کی کنز العمال اور طاہر پٹنی کی لغت حدیث پر لکھی گئی کتابیں ہندوستان میں علم حدیث کا ایک شاندار باب ہے''۔

ڈاکٹر اسحاق ڈار بجا طور پر لکھتے ہیں کہ:

''کہا جاتا ہے کہ ان مخدوم جہاں کو نہ صرف بہار بلکہ پورے ہندوستان میں صحیحین کی تعلیم شروع کرنے کا اعزاز حاصل ہے''۔ [علم حدیث میں برصغیر پاک وہند کا حصہ]

حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخی فردوسی مرید وخلیفہ مخدوم جہاں سلطان المحققین حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی اپنے عم بزرگوار حضرت مولانا سید مظفر بلخی فردوسی جانشین مخدوم جہاں سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری شروع سے آخر تک لفظاً لفظاً پڑھی، معانی ومطالب کی حضرت سے ہی تحقیق کی، چار سال تک مکہ معظّمہ میں رہ کر حرم کعبہ کے اندر شمس الدین خوارزمی سے قرأت قرآن و شاطی کی تعلیم حاصل کی، اس زمانے میں شمس الدین حلبی قرأت سبعہ کے ماہر تھے ان کی شہرت کا غلغلہ حلب ،شام،مصر، مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ میں تھا اور اس فن میں استاد وقت تھے بلکہ ان کے جیسا اور کوئی نہ تھا ان سے بھی مولانا حسین کو قرأت سبعہ سیکھنے کا موقع ملا۔ خطیب عدن سے بھی حضرت کو حدیث کی سند دستیاب تھی، آٹھویں صدی ہجری میں بخاری اور مسلم جیسی حدیث کی مستندترین کتابیں بہار شریف میں پہنچ چکی تھیں۔ ان کے علاوہ ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، ابن سنی، طبرانی بھی مولانا حسین احمد فردوسی کے مطالعہ میں رہیں اس بات کی شہادت تو اسی کتاب اوراد فصلی سے مل جاتی ہے جو آپ کے سامنے ہے اس میں اذکار و ادعیہ و اوراد و وظائف اور نماز روزے کی وہی حدیثیں سند کے ساتھ جمع کی گئی ہیں جو حدیث شریف کی مندرجہ بالا کتابوں میں درج ہیں۔[اوراد فصلی]

حضرت مولانا حسین کی اس کتاب اوراد فصلی کے علاوہ مکتوبات وملفوظات سے بھی حدیث شریف کی مستند کتابوں سے استدلال کا ثبوت ملتا ہے اور نقد حدیث کے فن پر حضرت حسین کی کامل دسترس کی نشاندہی ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ محدث شاہ ظہور الحق عمادی محدث عظیم آبادی جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے سند حدیث حاصل تھی آپ قرآن مجید حصن حصین کے علاوہ بخاری شریف اور مسلم شریف کے بھی حافظ تھے اور حدیث کے جملہ فنون میں کمال درک حاصل تھا اس طرح محدثین بہار کی خدمات حدیث کو مختصر طور پر بھی یکجا کیا جائے تو کوئی دفتر ناکافی ہوں۔

وہ تو اللہ بھلا کرے ''مولانا طفیل احمد مصباحی بھاگلپوری'' کا کہ انہوں نے ''محدثین بہار'' نامی کتاب کا ارادہ فرمایا اور مجھ ہیچ مداں وکم علم کو میرے استاذ گرامی وقار محدث جلیل شیخ المشائخ حضرت علامہ قاضی مفتی طریق اللہ نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد علیہ الرحمہ کی تدریس حدیث بالخصوص تدریس بخاری پر کچھ لکھنے کا حکم دیا، سو خامہ فرسائی کے لیے ادھر ادھر تک و دو جاری ہے اور جس کسی سے بھی حضرت سے متعلق کچھ مواد کی امید بندھتی ہے رابطہ میں لگ جاتا ہوں مگر افسوس! صد افسوس! جس محدث جلیل اور شیخ زمانہ کے تلامذہ ہزاروں میں اور تلامذہ کے تلامذہ لاکھوں میں ہوں ان پر آج تک کوئی کتاب تو بہت بڑی بات ایک آدھ مضمون تک دستیاب نہیں ہے، اب محدث جلیل شیخ المشائخ سے متعلق مواد کی وصولیابی کا واحد ذریعہ آپ کے تلامذہ یا اعزا واقارب کی زبانی معلومات ہی ہیں یہاں مجھے وارثین کے علمی اور باذوق ہونے کا شدت سے احساس ہو رہا ہے، کاش ہر بڑے عالم کا جانشین بھی قابل اور باذوق ہو۔

حضرت محدث جلیل بھی اسی پاکیزہ روایت کی ایک مضبوط کڑی بن کر ابھری جن کی علم حدیث کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع وعریض آپ کی سند حدیث کا سلسلہ ذہب حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل سید نعیم الدین مرادآبادی صاحب خزائن العرفان سے ملتا ہے۔ محدث جلیل صدر الافاضل کے آخری شاگردوں میں ہیں آپ کی تعلیم صدر الافاضل سے ان کے ہی قائم کردہ ادارہ جامعہ نعیمیہ جو ''مدرسہ اہلسنت'' کے نام سے ۱۳۲۸ھ کو خود صدر الافاضل نے قائم فرمایا اور ایک انجمن کے نام سے چلاتے رہیں۔ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ کو وسعت دیتے ہوئے ''جامعہ نعیمیہ'' کے نام سے معنون کیا گیا یہ درسگاہِ صدر الافاضل ہندوستان بھر میں تکمیل علوم دین کی اعلیٰ درسگاہ تھی، اسی درسگاہ فارغ طلبہ آگے چل کر برصغیر میں دینی مدارس کے بانیان ہوئے اور جامعہ نعیمیہ کو ام المدارس کہا جانے لگا۔

علوم وفنون کے اس تاج محل سے تابانی حاصل کرنے والی چند شخصیات کے اسمائے گرامی پر ایک سرسری نظر فرحت سے خالی نہ ہوگی:

(۱) تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، (۲) حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، (۳) امام النحو مفتی غلام جیلانی میرٹھی، (۴) مفتی اعظم پاکستان سید محمد نعیمی، (۵) حافظ ملت عبد العزیز نعیمی محدث مرادآبادی، (۶) امام اہلسنت علامہ سید سعید احمد کاظمی نعیمی، (۷) شمس العلما قاضی شمس الدین نعیمی جونپوری، (۸) مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن نعیمی اڑیسہ، (۹) اجمل العلما مفتی اجمل حسین نعیمی سنبھلی، (۱۰) عمدۃ المحققین مفتی حبیب اللہ نعیمی

بھاگلپوری، (۱۱) ضیاء الامت پیر کرم شاہ الازہری نعیمی، (۱۲) مبلغ اسلام مفتی نذیر الاکرم نعیمی، (۱۳) مفتی اعظم راجستھان مفتی اشفاق نعیمی، (۱۴) علامہ ظہور احمد نعیمی، (۱۵) مفتی غلام معین الدین نعیمی سواد اعظم لاہور، (۱۶) مفتی عبد الرشید خان نعیمی ناگپوری، (۱۷) سرکار کلاں سید مختار اشرف نعیمی کچھوچھوی، (۱۸) محدث جلیل مفتی طریق اللہ نعیمی بھاگلپوری۔

انھیں چند قدسی صفات نفوس سے صدر الافاضل کے تلامذہ اور جامعہ نعیمیہ کے علمی غلغلے کا قدرے اندازہ کیا جا سکتا ہے، صدر الافاضل کو خاص تلمذ اور شرف بیعت و اجازت اور درس حدیث و سند کا شرف عظیم حضرت سند المحدثین سید گل محمد قادری کابلی مرادآبادی علیہ الرحمۃ سے حاصل تھا، جن کا سلسلہ حدیث و ارادت نہایت معتبر و مستند اور بہت ہی مشہور و معروف ہے، اس نوری سلسلۂ حدیث سے حضرت محدث جلیل صدر الافاضل کے واسطے سے جڑ جاتے ہیں اور ایسا اس جامعہ نعیمیہ اور ذات صدر الافاضل سے مربوط ہوتے ہیں کہ اس طرح کا ارتباط شاید و باید نظر آتا ہے آپ نے یہیں سے تعلیم حاصل کی اور یہیں کے ہو کر رہے ہیں۔ فراغت کے بعد ہی آپ کو جامعہ نعیمیہ کا مدرس بنا دیا گیا، آپ درس نظامی کی کتب (جس میں نحو، صرف، فقہ، حدیث سبھی طرح کی کتب شامل تھیں) پڑھاتے رہیں۔

حضرت عمدۃ المحققین مفتی حبیب اللہ نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ کا ۱۹۷۵ء میں وصال پر ملال ہو گیا تب منتظمین و جملہ مدرسین کی اتفاق رائے سے جامعہ نعیمیہ کا آپ کو شیخ الحدیث منتخب کر لیا گیا، تب سے لیکر ۱۹۹۹ء تک آپ اسی منصب پر فائز رہے اور دوسری حدیث کی کتب کے ساتھ بخاری شریف کا درس دیتے رہے، اس طرح آپ کی خدمات نصف صدی کو محیط ہے۔ حضور محدث جلیل کی بالخصوص خدمت حدیث، مہارت حدیث اور عشق حدیث مثالی تھی آپ کو حدیث کا درس دیتے دیکھ کر قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی۔

آپ کے خرمن حدیث کے خوشوں چینوں میں آج بھی سینکڑوں علما و فضلا علم حدیث کے ستاروں کی مثل چمک دمک رہے ہیں اس دور کے نامور محدث فقیہ مفتی محمد ایوب خان قادری نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد بھی آپ ہی کے خرمن علم کے خوشوں چیں ہیں جو خود میدان علم حدیث کے ایک آفتاب و ماہتاب ہیں اور ہزاروں علمی ستاروں کو تابانیاں بخشنے والے ہیں، آپ کے اس شاگرد رشید کی خدمت حدیث کا عرصہ خود نصف صدی کو محیط ہو چکا ہے اور طالبان علوم نبویہ کی توجہات کا مرکز بن کر صاحبان قلم و قرطاس کا دامن دل کھینچ رہا ہے۔

تدریس بخاری: حضرت محدث جلیل شیخ طریق اللہ نعیمی درس بخاری کا خاص اہتمام فرماتے، باوضو ہوتے عمامہ باندھتے پھر مسند نشین ہوتے، عام طور پر آپ کے درسگاہ میں تدریس بخاری کا دو طریقہ ہوتا۔

اول کوئی طالب علم عبارت پڑھتا اور محدث جلیل بغور سنتے، جمیع طلبہ بھی ہمہ تن گوش ہوتے کہیں عبارت خوانی میں کجی ہوتی، نحوی صرفی ترکیبی غلطی ہوتی تو ٹوکتے، اصلاح کرتے، کبھی کبھی تو نحوی و صرفی اصلاح کے وقت پوری پوری نحو میر و پنج گنج کا خلاصہ پیش کر دیتے۔ بڑھاپے میں بھی یہ کتابیں ازبر تھیں، طلبہ کی عبارت خوانی کے بعد حضرت ترجمہ کرتے، تشریح فرماتے۔ تدریس میں طلبہ کی نفسیات کو مدنظر رکھتے، نہ زیادہ طول دیتے، نہ

اختصار۔کبھی موقع محل سے مختصر لطیفہ واشعار بھی سناتے ،رک رک کر صاف گفتگو کرتے ، مثالیں بھی پیش کرتے ۔ احادیث کی تشریح ابہام ہو تو توضیح ،کوئی اشکال ہو تو اس کا جواب دیتے ۔ مسائل مستنبط ہو رہے تو فقہ حنفی سے ہم آہنگی ومطابقت دکھاتے ۔ گویا صحیح معنوں میں صحیح بخاری پڑھاتے ۔آپ جہاں اصول حدیث ،تدوین حدیث ،تاریخ حدیث ، جرح وتعدیل ، رجال حدیث اور حدیث کی استادی حیثیت جیسے فنون میں کامل دسترس رکھتے ہیں وہیں وقت ضرورت جب ان فنون پر بحث کرتے اور ان کے اسرار ورموز بیان کرتے تو طلبہ عش عش کر اٹھتے اوران کی فن حدیث و اصول حدیث میں دلچسپی بڑھ جاتی اور دوسری فنی کتب کی طرف مراجعت پر مجبور ہو جاتے ۔آپ کو اسماء الرجال میں کمال کا درک حاصل تھا۔تشریح وتنقیح مثالی ہوا کرتی تھی ۔ جب بخاری جلد ثانی کتاب المغازی کا درس دیتے تو ایسا معلوم ہوتا کوئی مجاہد میدان کارزار میں مجاہدین سے خطاب کر رہا ہو ، آپ کے درس سے مطلع بلکل صاف ہو جاتا کہ شریعت مطہرہ کے خلاف کبھی بھی کسی طرح کا سمجھوتہ نہ کرنے کا وعدہ لے رہے ہوں ۔ یہاں تو آپ صاف صدر الافاضل کے جلال کے مظہر اتم نظر آتے ۔

دوسرا طریقہ جو عموماً سال کے آخر میں ہوتا وہ یہ ہے عبارت بھی آپ خود ہی پڑھتے مگر عجلت اور جلد بازی پھر بھی نہیں ہوتی ضروری ابحاث ضرور فرماتے ۔ جب آپ فقہ حنفی پر احادیث سے استدلال کرتے تو زبانی بخاری ودیگر کتب حدیث کی احادیث پڑھتے چلے جاتے تب معلوم ہوتا کہ محدث جلیل کو سینکڑوں حدیثیں اسماء الرجال کے ساتھ زبانی یاد ہیں ۔آپ کا زور بیان آج یاد کرتا ہوں تو علامہ شوق نیموی ، محدث عظیم آبادی ،صاحب آثار السنن کی نقد رجال کا گمان گزرنے لگتا ہے اور اب سمجھ میں آتا ہے کہ آخر ایسا کیوں نہ ہو کہ محدث جلیل شیخ طریق اللہ نعیمی کا تعلق اس بہار پر بہار سے ہے جہاں کے تعلق سے علامہ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا عبدالواحد بلگرامی اخبار الاختیار صفحہ ۱۹۵/اور ماثر الکرام صفحہ ۳۴۳/پر لکھتے ہیں:

''یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے دودمان عالی کے مشہور بزرگ شیخ عبدالعزیز شکر بار کے دادا شیخ طاہر نے تحصیل علم کے لیے ملتان سے بہار کا سفر کیا اور شیخ بدھ یا بودھن حقانی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا''۔ ویسے ہی نہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے نہیں لکھا کہ ''بہار مجمع علماء بود''۔

محفل ختم بخاری: ختم بخاری کے وقت حضور محدث جلیل کا چہرہ نورانی ، جزبہ جواں اور حوصلہ بہت بلند ہوتا۔آپ خوب خوب اہتمام فرماتے اور پھر جب اساتذہ وطلبہ کی محفل میں آتے تو سب کی نگاہوں کے مرکز بنے رہتے ، نکات آفریں بیان فرماتے ،عمدہ نصیحت کرتے ، دعا غیر معمولی رقت انگیز ہوتی ، خدا کے حضور زاروقطار روتے اور ساتھ ہی ساتھ اساتذہ وطلبہ کو بھی رلا دیتے ، درویشانہ ،فقیرانہ اور مومنانہ زندگی گزار کی تلقین کرتے حدیث سے جڑے رہنے کا حکم دیتے ۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

☆☆☆

سید حسن مثنیٰ انور کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری

مولانا طفیل احمد مصباحی، سابق مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

شاعری شیشہ گری و مرصع سازی کا فن ہے، لیکن نعت گوئی اس سے کہیں زیادہ دشوار اور عرق ریزی کا کام ہے۔ یہ مبارک صنف شیشہ گری، ادب آموزی اور عشق آفرینی کا فن ہے، جو محض اوزان و بحور کی پابندی، الفاظ و معانی کے حسن انتخاب، ردائف و قوافی کے مناسب، برمحل اور خوب صورت استعمال یا زبان و بیان کے مروجہ اصولوں کی پاس داری کا نام نہیں۔ نعت گوئی کے لیے ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری چیزیں درکار ہیں۔ زبان و بیان کے مروجہ اصول و آداب کی رعایت کے علاوہ الفاظ کے انتخاب اور چناؤ میں شان رسالت کا حد درجہ پاس و لحاظ، معانی میں طہارت و نفاست، بیان میں صداقت و خلوص، حضور ممدوح کائنات ﷺ کی عظمت و رفعت کا شدید عرفان و احساس، عشق و عقیدت، ربودگی و شیفتگی، فکر کی پاکیزگی، اضطراب و التہاب اور سوز و گداز جیسے عناصر و اجزا کی باہمی ترکیب و تشکیل سے ہی نعتیہ شاعری وجود میں آتی ہے۔ اردو ادب کی شعری روایت میں نعت گوئی کو تقدس و تفوق کا درجہ حاصل ہے۔ اردو شاعری کا آغاز مذہبی حیثیت سے ہوا اور شروع سے ہی اس کی توتلی زبان پر حمد و نعت اور منقبت کے ترانے گونجنے لگے۔

اردو شعر و ادب اور بالخصوص تقدیسی شاعری کو فروغ دینے والے صوفیائے کرام ہیں۔ فارسی اور اردو کے سینکڑوں صوفی شعرا نے نعتیہ ادب کو فروغ بخشا اور خانقاہوں نے اسے پروان چڑھایا۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر ہند و پاک کی بے شمار خانقاہیں ایسی ہیں جہاں سے نعت گوئی کو کافی عروج حاصل ہوا، جن میں ایک نمایاں خانقاہ ''خانقاہ عالیہ اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ'' بھی ہے۔ مرکز روحانیت کچھوچھہ مقدسہ معرفت و روحانیت کی نگری ہونے کے علاوہ علم و حکمت اور ادب و شاعری کا بھی گہوارہ رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ غوث العالم، محبوب یزدانی سرکار سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ خود اپنے وقت کے ایک ممتاز اور قادر الکلام شاعر تھے اور اشرفؔ تخلص فرماتے تھے۔

شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی، علامہ حکیم سید نذرؔ اشرف کچھوچھوی، محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی الجیلانی، شیخ اعظم علامہ سید اظہار اشرف اشرفی الجیلانی، شیخ الاسلام حضرت سید مدنی میاں اخترؔ کچھوچھوی، مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی، ڈاکٹر سید امین اشرف کچھوچھوی، ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی وغیرہم کی شاعرانہ عظمت و حیثیت سے دنیا اچھی طرح واقف ہے۔

مفکر ملت حضرت علامہ سید حسن مثنیٰ انورؔ کچھوچھوی علیہ الرحمہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک خوب صورت کڑی ہیں، جن کی علمی و ادبی اور شعری عظمت مسلم ہے۔ آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (AMU) کے ایک ہونہار اور قابل فخر فرزند تھے۔ اس مایۂ ناز یونیورسٹی کے جیالوں میں ایک ممتاز نام مفکر ملت سید حسن

مثنیٰ انور کچھوچھوی علیہ الرحمہ کا بھی ہے، جو قدیم صالح اور جدید نافع کے حامل بزرگ تھے۔ آپ حضور محدث اعظم ہند کے بڑے صاحب زادے اور ان کے علمی وفکری جانشین تھے۔ علم و عمل، فضل وکمال، فکر و دانش، تدبر و تفکر، اخلاص وتقویٰ، اخلاق و کردار اور بصیرت و دانائی کے پیکر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ہم عصروں میں ''مفکر ملت'' کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ علامہ سید حکیم نذر اشرف کچھوچھوی آپ کے سگے دادا اور عالم ربانی سلطان الواعظین علامہ سید احمد اشرف کچھوچھوی آپ کے سگے نانا ہیں۔ علم وعرفان اور شعر و ادب کی دولت وراثت میں پائی تھی۔ دادا، پرنانا (حضور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں) اور والد صاحب دیوان شاعر گذرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر اوصاف وکمالات کے علاوہ شعر و ادب میں بھی آپ کا پایہ کافی بلند ہے۔

ایک قادر الکلام شاعر، ممتاز غزل گو اور ایک کامیاب نعت گو کی حیثیت سے نمایاں شناخت رکھتے تھے۔ آپ کو مروجہ شعری اصناف پر استادانہ کمال حاصل تھی۔ تحقیقی ذوق، تنقیدی بصیرت اور ادبی بصیرت کے حامل تھے۔ انہوں نے نعت گوئی، منقبت نگاری اور غزل گوئی میں اپنے امتیاز و انفرادیت کا لوہا منوایا ہے۔ حضرت مفکر ملت اعلیٰ عصری تعلیم کے حصول کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا رخ کرنے والے خانوادۂ اشرفیہ کے پہلے شہزادے ہیں۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں اس یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور انٹرمیڈیٹ، بی۔ اے اور ۱۹۵۹ء میں ایم۔ اے کیا۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی، پروفیسر اسلوب احمد انصاری، پروفیسر آل احمد سُرور، ڈاکٹر معین احسن جذبی، پروفیسر خلیق احمد نظامی اور ڈاکٹر مختار الدین آرزو (شہزادۂ ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ) جیسے اساطین علم وادب سے اکتساب فیض کر کے خود منبع فکر و دانش بنے۔ آپ کا شمار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذہین، قابل اور ممتاز طلبہ میں ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں ''علی گڑھ میگزین اردو'' کی ادارت آپ کو سونپی گئی اور آپ نے یہ خدمت بحسن وخوبی انجام دی۔ علی گڑھ میگزین، علی گڑھ گزٹ، رسالہ ادیب، میگزین انجمن ترقی اردو وغیرہ جیسے ادبی رسائل وجرائد میں آپ کی بیش قیمت نگارشات شائع ہوئیں۔ حضرت مفکر ملت کی تہہ دار فکر وشخصیت اور ان کی کامیاب نعت گوئی پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید سراج الدین اجملی (شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) لکھتے ہیں:

''رحمت دوام کے مصنف سید حسن مثنیٰ انور کچھوچھوی اپنی گوناگوں خصوصیات اور اپنے خاندانی پس منظر کے سبب ہندوستان کے علمی، تہذیبی اور ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ خاندان کے لحاظ سے ان کا تعلق حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، جو شمالی ہندوستان کے معروف مرکز روحانیت وتصوف کچھوچھہ شریف میں آرام فرما ہیں اور اپنی بے لوث خدمت کے باعث تقریباً آٹھ صدیوں سے پریشان حال انسانیت کے مرکز عقیدت ہیں.... سید حسن مثنیٰ انور اسی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں۔ آپ کے دادا سید نذر اشرف اور والد ابوالمحامد سید محمد کچھوچھوی (محدث اعظم ہند) اپنے علمی کمالات کے باوصف صاحبان دیوان شعرا کی حیثیت سے بھی احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔ گویا گھر میں تدرین، تعلیم اور تخلیق تینوں کا چرچا شروع سے دیکھا۔ بغرض تعلیم بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں علی گڑھ تشریف لائے اور اپنی مذکورہ بالا خصوصیات کے سبب صف طلبہ میں نمایاں رہے۔ ۱۹۵۵ء کے آس پاس کے رسائل وجرائد اور علی گڑھ کی تاریخ سے متعلق تحریروں میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ممتاز طلبہ کو یونیورسٹی میگزین کی ادارت سپرد کی جاتی

ہے۔سید حسن مثنیٰ انورؔ کے ذمہ بھی یہ خدمت رہی اور آپ نے اس کا حق کما حقہ ادا کیا۔اس زمانے کے اہم طلبہ اور بعد کے اہم صاحبان قلم میں تین نام تقریباً ایک ساتھ لیے جاتے تھے: (۱) انور صدیقی، (۲) سید امین اشرف اور سید حسن مثنیٰ انور...ان کے یہاں نعتیہ شاعری کے مختلف پیرائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت کے نت نئے انداز نظر آتے ہیں، اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ نعت کے مضامین میں کسی طرح کی جدت یا کسی نوع کے اختراع کی مطلقاً اجازت نہیں ہوتی ہے اس لیے شاعر کو خواہ وہ کسی قدر زرخیز ذہن اور پرگو طبیعت رکھتا ہو، اظہار کے ہنگام میں حزم واحتیاط اور ادب واحترام سے کام لینا پڑتا ہے۔ہم ''رحمت دوام'' کے صفحات پر اظہار کی ان کیفیتوں کو اور ادب کے ان تقاضوں کو صاف محسوس کر سکتے ہیں۔مجموعے کے بار بار مطالعے میں طبیعت کو عجیب سے سکون اور ایک خاص قسم کی کشش کا احساس ہوتا ہے۔نیز یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر کا دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق کس نوعیت کا ہے۔اشعار میں شیفتگی، والہانہ پن اور اظہار جذبات کی گونا گونی کے علیٰ الرغم شاعر کے اپنے پس منظر کے سبب سے علمی اور فکری انداز کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔میری اس گفتگو پر ''رحمت دوام'' کے مختلف مقامات سے مچلتے ہوئے عقیدت کے پھول اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشعار دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔''(رحمت دوام)

فن کی گہرائی اور فکر کی بلندی:

فکر کی گہرائی فن کی گہرائی کو مستلزم ہے اور تخیل کی پختگی ادب کی پختگی کا اشاریہ ہے۔بلند افکار وخیالات، بلند پایہ ادب کو وجود بخشتے ہیں۔ابن عربی، رومی، سعدی، حافظ، دانتے، ملٹن، غالب، اقبال اور شیکسپیئر کی تخلیقات آج اس لیے زندہ و پائندہ ہیں کہ ان کے افکار میں گہرائی اور خیالات میں پختگی ہے۔ ناقدین ادب فن کی کامیابی کے لیے فکر کی گہرائی وپختگی کو ضروری سمجھتے ہیں۔اختر اورینوی نے اپنے انٹرویو میں ایک جگہ صاف لفظوں میں کہا ہے کہ اعلیٰ ادب کے لیے ضروری ہے کہ فنکار صاحب فکر ونظر ہو۔فکر میں جتنی پختگی ہوگی، اتنا ہی فنکار کی تخلیقات میں معیار وتوازن پیدا ہوگا۔

مفکر ملت حضرت سید انورؔ کچھوچھوی کے فکر وفن میں گہرائی وپختگی ہے، جس کے نمایاں اثرات ان کی نعتیہ شاعری میں دیکھے جا سکتے ہیں۔مندرجہ ذیل اشعار ان کی بلندی فکر، رفعت خیال اور گہرائی فن کو ظاہر کرتے ہیں:

قدیم ان کی ہے خلقت ظہور ان کا جدید
اب اس کے بعد ہے کیا قصۂ قدیم و جدید

یہ حشر و نشر کی تقریب کیا ہے اس کے سوا
کہ لوگ دیکھیں کمال محمدی کیا ہے

کمال قرب کے لفظوں سے کچھ ہوا ظاہر
وہ اک اشارۂ قوسین کیا لگے ہے مجھے

تمہاری ذات رہی کوکب ازل کی نمود
ہر انتہا میں تری ابتدا لگے ہے مجھے
یہ بارگاہ رسالت مآب ہے انورؔ
یہاں مجال سخن بھی خطا لگے ہے مجھے

جو مہبط آیات الٰہی رہا اس کی
ہر سانس ہو قانون شریعت تو عجب کیا

شعری وادبی خصوصیات:

مفکر ملت حضرت انورؔ کچھوچھوی کی نعت گوئی بلند افکار،

پاکیزہ خیالات، عمدہ اسلوب اور دلکش پیرایۂ بیان سے مملو ہے۔ نعت نگاری کے لیے جن شرائط و آداب، مقتضیات ولوازمات اور حزم واحتیاط کی رعایت ضروری ہے، ان کا بہر صورت خیال رکھا ہے۔ان کا بعض نعتیہ کلام مواد و ہیئت کے لحاظ سے قابل قدر اور جدت وندرت کے حامل ہے یعنی اس کے الفاظ و معانی بھی عمدہ ہیں اور پیرایۂ اظہار بھی حسن ودلکشی سے آراستہ ہے۔ مواد و ہیئت کے حسن امتزاج نے مندرجہ ذیل کلام کو وقار و معیار بخشا ہے۔مثال پیش کرنے سے قبل یہ اقتباس ملاحظہ کریں تا کہ ہیئت ومواد کی دلکشی کا اندازہ ہو سکے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''دوسری اصناف کی طرح شاعری بھی مواد اور ہیئت، معانی اور صورت کا ایک حسین امتزاج ہوتی ہے جس کو ایک دوسرے سے علاحدہ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود لا یعنی معلوم ہوتا ہے۔ اسی امتزاج میں اس کے حسن کا راز مضمر ہے۔ اسی پر اس کی اچھائی اور برائی، بلندی اور پستی کا انحصار ہے۔فن کا جمالیاتی پہلو اس حسین امتزاج کا دوسرا نام ہے... ہیئت اپنے وسیع مفہوم میں ایک طرف تو وہ طریق اظہار ہے جو فنکار استعمال کرتا ہے اور دوسری جانب جذبات سے بھرا ہوا وہ پر اثر اور کسی حد تک مانوس اظہار بیان ہے جو شاعر اور سامع کے درمیان رابطہ اور رشتہ کا کام دیتا ہے۔ اس میں زبان، زبان کی تمام آرائش، اثر اندازی کے تمام طریقے، مواد کے تمام سانچے، حسن اور لطافت پیدا کرنے کے تمام ذریعے اور ان سب سے بڑھ کر مواد کے ساتھ ہم آہنگی کا احساس دلا کر ایک مکمل فنی نمونہ پیش کرنا سبھی کچھ شامل ہیں۔'' (غزل اور مطالعۂ غزل۔ص:۱۶۲-۱۶۵)

مفکر ملت حضرت انورؔ کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری میں مواد و ہیئت اور خوب صورت لفظ و معنی کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے، مثلاً ان کی یہ نعت دیکھیں کہ اس میں مواد و ہیئت کے حسن امتزاج کے علاوہ تغزلانہ رنگ و آہنگ کیا ہی خوب ہے!

ذکر ان کا چھڑ گیا بڑھنے لگیں رعنائیاں
حسرت دیدار بھی لینے لگیں انگڑائیاں
مجھ کو ڈس لیتیں شب غم میں مری تنہائیاں
رحمت عالم کی کام آ ہی گئیں غم خواریاں
کیا جمال فکر و دانش کیا کمال آگہی
سب مکین گنبد خضریٰ کی ضو افشانیاں
ہم اسیر کاکل مشکیں ، ہمارا کیا حساب
نامہ اعمال روز و شب کی آہ و زاریاں
فتنۂ فردا کے اندیشے سے دل ہے مضمحل
اجنبی لگنے لگی ہیں اپنی ہی پرچھائیاں
مصلحت کے نام پر چن چن کے پھر لائی گئیں
کفر کی الحاد کی بکھری ہوئی چنگاریاں
اے سکون بزم گیتی اسے قرار جان و دل
انورِؔ خستہ کی ہوں گی دور کب بے تابیاں

رنگ تغزل: مفکر ملت سید مثنیٰ انورؔ کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری میں دیگر ادبی وشعری خوبیوں کے ایک نمایاں خوبی ان کا مخصوص ''رنگ تغزل'' بھی ہے۔ ان کے نعتیہ خیابان میں تغزل کی گل کاریاں قارئین کو سحر انگیز اور روح پرور کیفیات سے دو چار کرتی ہیں۔تغزل کا لفظی معنی ہے: نظم کے اظہار میں غزلیت کا وصف اختیار کرنا۔ اصطلاح شعرا میں روایتی مفہوم میں عاشقانہ، رندانہ، صوفیانہ اور فلسفیانہ وغیرہ موضوعات کا غزل میں نظم کیا جانا ''تغزل'' کہلاتا ہے۔ اسے غزل کی شعریت یا غزلیت بھی کہہ سکتے ہیں، جو شعری تراکیب میں برتے جانے سے پیدا ہوتی ہے، بقول سیماب اکبرآبادی:

''تغزل اس رنگ اور اسلوب بیان کو کہتے ہیں جو غزل میں استعمال کیا جاتا ہے۔تغزل کا تعلق انسان کی لطیف ترین روحانیت اور نفسیات سے ہے۔حسن و عشق، یاس و امید، وصل و فراق، انتظار و کامیابی اور اسی قسم کی مختلف فطری حالتوں کو گہرے تاثرات کے ساتھ مصور کرنے کا نام تغزل ہے۔غزل کی تعریف میں '' با معشوق سخن گفتن'' اور تغزل کی تعریف میں ''معاملہ بندی'' کہہ کر خاموش ہو جانا غزل اور تغزل دونوں کی توہین ہے۔تغزل کو قدرتی طور پر نفسانیت سے پاک اور روحانیت سے لبریز ہونا چاہیے۔تغزل کے مختلف اسکول ہیں، لیکن حقیقی تغزل وہی ہے جس کی بنیادیں جذبات لطیفہ پر قائم کی گئی ہوں اور جس میں ابتذال و رکاکت کا شائبہ تک نہ ہو۔تغزل صرف غزل سے مخصوص نہیں، جن کیفیات سے یہ وصف بیان میں پیدا ہوتا ہے اگر وہ مرثیہ اور مثنوی وغیرہ میں بھی ہوں تو ان اصناف کو تغزل سمجھنا بجا نہ ہوگا۔(فرہنگ ادبیات)

تغزل کی حقیقت جان لینے کے بعد سید انورؔ کچھوچھوی کا یہ نعتیہ کلام ملاحظہ کریں جو تغزل کی اچھوتی مثال اور غزلیت کا دلکش نمونہ ہے۔ ہر مصرع ہمیں تغزل کا پاکیزہ احساس دلاتا ہے اور شاعر کا اپنے ممدوح کے ساتھ والہانہ پن کو ظاہر کرتا ہے:

غم حیات بہار آشنا لگے ہے مجھے
دیار قدس کی جانب کھنچا لگے ہے مجھے
وہ رنگ و نور کی یا رنگ و بو کی دنیا ہو
شہید حسن حبیب خدا لگے ہے مجھے
ہر اک وجود ہے آئینہ دار کن فیکون
ہر اک وجود میں جلوہ ترا لگے ہے مجھے
وہ درد جس نے رلایا ہے تاب ہجراں کو
وہ درد دل بھی تمہاری عطا لگے ہے مجھے
میں کھو گیا ہوں خیالات کے اجالوں میں
تمہاری یاد بڑی پارسا لگے ہے مجھے

نعت بمنزلۂ عمارت ہے اور عشق اس کے لیے نہ صرف ستون بلکہ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔شاعر کا دل جب تک عشق حقیقی کی جلوہ گاہ نہ ہو، نعتیہ شاعری وجود میں نہیں آسکتی۔عشق جتنا سچا اور گہرا ہوگا، نعت کے اشعار اتنے ہی اعلیٰ، معیاری اور پائدار ہوں گے۔عشق مصطفائی کا پاکیزہ اظہار نعت کا اہم موضوع رہا ہے۔مفکر ملت حضرت انورؔ کچھوچھوی کو عشق حقیقی اور معفرت و روحانیت کا بیش قیمت سرمایہ وراثت میں ملا تھا۔سرکار سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے آپ روحانی فرزند اور سلسلہ اشرفیہ کے شیخ و مبلغ تھے، اس لیے آپ کا سینہ عشق مصطفوی کا مدینہ بنا ہوا تھا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی نعتیہ شاعری میں عشق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ سامانیاں جا بجا دیکھنے کو ملتی ہیں۔عشق و عقیدت سے مملو آپ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں عشق و محبت کے موضوع کو خصوصیت کے ساتھ جگہ دی ہے اور اس کی سرفرازیوں کا قصیدہ پڑھا ہے، کیوں کہ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی انسان کو دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود سے ہمکنار کرتا ہے۔فصاحت و بلاغت اور سلاست و روانی سے لبریز عظمت عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمایاں کرنے والے یہ قیمتی اشعار ملاحظہ فرمائیں اور حضرت انورؔ کچھوچھوی کی شاعری کی داد دیں:

آتش عشق نبی اور بڑھا دی جائے
سب کو آواز محبت کی سنا دی جائے
مغفرت کے لیے لازم ہے محبت انورؔ
دل کی دنیا میں اسے خوب سجا دی جائے
یہی ہے عشق محمد کہ مومن جاں باز

جبین وقت پہ نقش دوام کرتا ہے

ہاں مرے عشق رسول عربی پر انورؔ
رشک فرمانے لگے اہلِ شریعت دیکھو

آئے دنیا سے کہو گردش آلام لیے
دل ہے پھر عشق محمد کا بھرا جام لیے

مفکر ملت حضرت انورؔ کچھوچھوی کی نعتیہ شاعری کا غائرانہ مطالعہ کرنے کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ان کی نعت گوئی میں عشق و ارادت، کیف و سرور، سوز و گداز، اضطراب و التہاب اور والہانہ پن کے علاوہ روایت و درایت اور انفرادیت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ ان کے نعتیہ مجموعۂ کلام ''رحمت دوام'' میں شاید ہی کوئی ایسا شعر ہو جو لفظی و معنی محاسن سے خالی ہو۔ فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی اور طہارت و نفاست کا ایک خوب صورت سلسلہ قاری و سامع کو دعوت نظارہ دیتا ہے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، جذبے کی صداقت، احساس کی لطافت اور خیال کی طہارت کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کی نعت گوئی کمیت کے لحاظ سے مختصر سہی، لیکن کیفیت کے لحاظ سے خاصے کی چیز ہے، جس میں زبان و بیان کا حسن اور اسلوب کا والہانہ پن قارئین کے دامان دل کو اپنی طرف کھینچنے کا کام کرتا ہے۔ یہ اشعار دیکھیں اور راقم کے دعویٰ کی صداقت ملاحظہ کریں:

یادوں کی کرن پھوٹتی ہے دل کی جبیں سے
شاید تری رحمت نے پکارا ہے کہیں سے

یاد سرکار دو عالم کی گھنی چھاؤں میں
زندگی خوب سجاتی ہے غموں کی محفل

میم کا پردہ اٹھایا تو احد تک پہنچا !!
اسم احمد میں ہے پوشیدہ فسانہ دل کا

نہ کوئی فکر ، نہ اندیشۂ زیاں انورؔ
کہ حال و ماضی و فردا حضور جانتے ہیں

چمٹا ہے ضعف زندگی مستعار سے
اے رحمت دوام ! مجال سخن کہاں ؟

آج بھی اس گل توحید کی خوشبو کے بغیر
کیا نظام چمن دہر کی رنگت دیکھو

محمد عربی کے وفا شعار بنو
انہیں سے غازۂ نصرت لیا ہے فردا نے

خمار بادۂ ہستی ہے ان کی گویائی
یہ سوچتے ہوئے دامن سمیٹا صہبا نے

شعریت و معنویت سے لبریز یہ اشعار اپنی زبان حال سے شاعر کی ادبی و شعری مہارتوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ مفکر ملت حضرت انورؔ کچھوچھوی ہندوستان کے مایۂ ناز اور کامیاب نعت گو شعرا کی صف اول میں جگہ پانے کے مستحق ہیں۔ قارئین اور بالخصوص محققین کو چاہیے کہ ان کے شعری ذخیروں کی طرف رجوع کریں اور مشام فکر و جاں کو معطر کرنے والی ان کی تقدیسی شاعری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو تحقیق و ریسرچ کا عنوان بنائیں۔ آپ کی شاعری اور بالخصوص نعت گوئی پر مختلف طریقوں سے گفتگو کی جاسکتی ہے، لیکن وقت کی قلت کے پیش نظر محض انہیں چند باتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت مفکر ملت کی غزل گوئی و منقبت نگاری پر بھی ایک مستقل مضمون آپ حضرات کی خدمت میں بہت جلد پیش کیا جائے گیا۔ ان شاء اللہ العزیز!

☆☆☆

اظہار خیالات

سہ ماہی صدائے مناظر اہلسنت کے اجرا کے بعد سے بلکہ اجرا کا اعلان ہوتے ہی کلمات مسرت وتہنیت سے لبریز خطوط آنا شروع ہو گئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ان آمدہ مکتوبات میں مرسلین نے مجلہ کی اشاعت پر جس قدر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا ہے، نیز ہماری کامیابی وترقی کے لیے جو دعائیں تحریر فرمائی ہیں، اس سے ہمیں پختگی عزم حاصل ہوئی اور اس کار خیر کے لیے ہمارے حوصلے بلند ہوئے۔فجزاھم اللہ خیرا۔ہمیں امید ہے کہ ان حضرات کی یہ دعائیں ضرور رنگ لائیں گی اور رسالہ دن دونی رات چوگنی ترقی پائے گا، ذیل میں ہم چند محبین حضرات کے گرامی نامے تیمناوتبرکا درج کر رہے ہیں۔آپ بھی اپنے تاثرات ارسال فرما کر مشکور ہوں۔ [مرتضوی]

اپنی نوعیت کا منفرد علمی وتحقیقی جریدہ

مکرمی !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز القدر، متحرک وفعال عالم دین محترم ڈاکٹر سبطین رضا مرتضوی زید مجدہ، آپ کی علمی وفکری جدوجہد اور منفرد تحقیقی کاوش پر پرخلوص مبارکباد پیش کرنا ایک سعادت سمجھتا ہوں۔سہ ماہی صدائے مناظر اہل سنت جیسے رسالے کی تدوین وترتیب کے لیے جس علمی بصیرت، انتھک محنت اور خلوص کی ضرورت ہوتی ہے، آپ نے نہایت ہی عمدگی سے ان سب کو یکجا کیا ہے۔یہ رسالہ صرف اہل سنت کے افکار ونظریات کا ترجمان ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ کے علمی وفکری ورثے کا امین بھی ہے۔

یہ آپ کی بے لوث محنت کا نتیجہ ہے کہ صدائے مناظر اہل سنت آج اپنی نوعیت کا منفرد علمی وتحقیقی جریدہ بن کر ابھر رہا ہے، جو محض نظریات کے اظہار تک محدود نہیں بلکہ نوجوان نسل کی فکری تربیت اور علمی رہنمائی کے لیے بھی ایک راہنما ثابت ہو رہا ہے۔اہل سنت کے افکار کو جس منطقی اور عالمانہ انداز میں اس میں پیش کیا گیا ہے، وہ یقینی طور پر ان کی تحقیق وتفکر کی عکاسی کرتا ہے اور قارئین کو مزید گہرائی میں جا کر اسلام کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس شاندار علمی کاوش کو قبول فرمائے، اس رسالے کو علم وادب کے میدان میں مزید ترقی عطا فرمائے، اور یہ محض ایک علمی جریدہ نہ رہے بلکہ ایک تحریک، ایک فکری تحریک کا درجہ اختیار کر لے، جو نسل در نسل امت کے دلوں میں اپنے نقوش چھوڑتی رہے۔

نقوش خامہ: سمیر احمد فیضی، ازہری

نزیل حال مصر، قاہرہ

☆☆☆

تمام مضامین کا علمی معیار بہت بلند ہے

مکرمی ومحترمی !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سہ ماہی صدائے مناظر اہلسنت کا شمارہ نمبر ۶ رنظر سے گزرا۔ماشاءاللہ! دل اس کی عمدگی، حسن ترتیب اور مواد کی پراثر علمیت کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا۔مجلہ میں شامل تمام مضامین کا علمی معیار بہت بلند ہے۔اسلامی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین کو جس خوبصورتی سے یکجا کیا گیا ہے، وہ قاری کو علم وعمل کی نئی منزلوں سے روشناس کراتا ہے۔یہ بات قابل تعریف ہے کہ مجلہ نے عصر حاضر کے فکری ونظریاتی چیلنجز کا جواب علم اور دلیل کی روشنی میں دیا ہے، جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

سید مشہود الرحمٰن عطاری

بزم سخن

منقبت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

محفل غوث مرے دل کو بھلی لگتی ہے
اس سے رحمت کی ردا ہر سُو تنی لگتی ہے
دیکھ کر اہل بصیرت انھیں یہ بول اٹھے
صورت غوث جلی شکل علی لگتی ہے
قادری ہوں مجھے ملتا ہے سکوں اس میں خوب
خوب صورت مجھے آقا کی گلی لگتی ہے
وہ سخی ابن سخی ، فیض کا دریا ہیں وہ
ان کے دربار میں ہر گز نہ کمی لگتی ہے
پیروی ان کی کرو شاد رہو گے ہر دم
ان کی ہر بات حدیث نبوی لگتی ہے
آپ کی ذات کمالات کا ہے مجموعہ
پنجتن پاک کی یہ ایک لڑی لگتی ہے
اپنے اسلاف مناتے تھے اسے فرحت سے
محفل غوث کسی کو نہ نئی لگتی ہے
دیکھتا ہے جو انھیں بغض کی نظروں سے کبھی
اس کی ہر چیز ہمیں عینیؔ بری لگتی ہے

سید خادم رسول عینیؔ

منقبت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

آپ نے ڈوبنے والوں کو سنبھالا یا غوث
مرتبہ آپ کا ولیوں میں ہے اعلیٰ یا غوث
وہ فقیری میں شہنشاہی کا لیتا ہے مزہ
جس کو حاصل ہے ترے در کا حوالہ یا غوث
آپ کے روضۂ اطہر کا نظارہ کر لوں
میری آنکھوں کو عطا کیجے اجالا یا غوث
یہ ہے خواہش کہ کروں پیش میں در پر آکر
آپ کے نام جو لکھا ہے مقالہ یا غوث
ساری دنیا میں نظر آتا ہے فضل رب سے
سرخرو آپ کا ہر چاہنے والا یا غوث
میری جانب بھی کریں ایک عنایت کی نظر
غم کا سر پر ہے مرے کوہ ہمالہ یا غوث
آپ کی شان میں بکواس جو کرتے ہیں یہاں
ان زبانوں پہ لگا دیجیے تالا یا غوث
نام آتا ہے مرا آپ کے میخواروں میں
قادری جام کا ہاتھوں میں ہے پیالہ یا غوث
فیضیؔ کے دل کی تمنا ہے نکالے اک دن
آپ کے نام سے منسوب رسالہ یا غوث

محمد فرقان فیضیؔ

جامعہ تاج الشریعہ خانقاہ قادریہ رضویہ

تعارف اور خدمات

۱۱ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ بروز پیر بعد نماز عصر جشن غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سعادت مند موقع پر پیر طریقت مناظر اہلسنت حضرت علامہ مفتی غلام مرتضیٰ رضوی مدظلہ العالی نے دھامی گچھ سوناپور ضلع اتر دیناج پور مغربی بنگال میں علمائے اہلسنت مریدین، معتقدین اور متوسلین کی موجودگی میں خانقاہ قادریہ رضویہ کی بنیاد رکھی۔

خانقاہ کے قیام کے چند بنیادی مقاصد : دعوت و تبلیغ ☆ تزکیۂ نفس و تطہیر باطن ☆ حصول تقویٰ ☆ روحانی امراض کا علاج ☆ خدمت خلق اور انسانی ہمدردی۔

خانقاہ قادریہ رضویہ اپنے مقاصد میں سرگرم عمل ہے اور اپنی تمام ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہوئے اسلام کا پیغام اور اولیائے کرام بالخصوص محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی اور مجدد دین وملت سرکار اعلیٰ حضرت سیدنا الشاہ امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیمات اور مسلک اعلیٰ حضرت کو تحریری، تقریری اور تعلیمی ذرائع سے عام کرنے اور سنی مسلمانوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کرنے کی کوششیں کر رہی ہے۔

دینی و عصری تعلیم کا ایک حسین سنگم

خانقاہ قادریہ رضویہ میں دینی و عصری تعلیم کا ایک ادارہ بنام "جامعہ تاج الشریعہ" کی آج سے تقریباً ۷ سال قبل داغ بیل ڈالی گئی تھی۔ فی الوقت جامعہ میں بیرونی چالیس اور مقامی سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ یہاں حفظ و قرأت، درس نظامی [از اعدادیہ تا متوسطات] کے ساتھ ساتھ ہندی، انگریزی، حساب کی تعلیم ماہر اساتذۂ کرام کی نگرانی میں دی جاتی ہے۔ نیز جامعہ کی طرف سے آن لائن دو سالہ تربیت افتاء اور آن لائن چھ سالہ درس نظامی کا بھی آغاز ہو چکا ہے جس میں ہند کے مختلف ریاستوں بنگال، بہار، جھارکھنڈ، اتر پردیش، آسام، جموں، کشمیر، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، راجستھان وغیرہ کے طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

مخلصانہ اپیل : محترم حضرات! جملہ اراکین جامعہ تاج الشریعہ نے ہر طرح کی کم مائیگی کے باوجود جامعہ کی ذمہ داری کو سنبھالا ہے مگر جامعہ ابھی کمسن ہے نیز پسماندہ علاقہ میں جامعہ کی ذمہ داری چند افراد سے سنبھالی نہیں جاسکتی، اس کی خاطر آپ سب کی ہمدردی و محبت اور دل و جان سے تعاون کی سخت ضرورت ہے اگر آپ جیسے اہل خیر کی توجہ ہوئی تو یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا مستقل سامان پورا کرسکتا ہے؛ لہٰذا اہل خیر حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ اپنے صدقات، فطرات، خیرات، زکوٰۃ، چرم قربانی، اپنے مرحومین کی جانب سے ایصال ثواب و دیگر عطیات سے حتی الامکان تعاون فرما کر عنداللہ مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ آپ کی ہر امداد جیسے آپ چاہیں منظور ہے مگر جامعہ آپ کو مستقل معاونین کے ساتھ شانہ بشانہ دیکھنا چاہتا ہے، اس لیے اس کی آرزو پورا کرتے ہوئے مستقل معاونین میں اپنا نام درج فرمالیں۔ فقط والسلام

The Sada E Munazire Ahle Sunnat Quaterly

Under Managment : Jamia Tajushsharia Khanqaahe Qadria Razvia

Editor: Dr. Muhammad Sibtain Raza Murtazavi Mob:-6297289394

Dhamigachh, Po. Sonapur Haat, Dist: Uttar Dinajpur, Pin:733202

E-mail sadaemunazireahlesunnat@gmail.com

Contact:- 8250511449 / 7001391237 / 7001251494